یہ رسالے مترجم سے کہاری کنوان رامپور کے پتہ سے ملینگے،

قرۃ العین، یہ بابی فرقہ کی ایک پرجوش اور اولوالعزم خاتون کا نام ہے اُس نے اپنے حسن تقریر سے تمام سلطنت ایران کو تہ و بالا کردیا تھا، مولانا عبدالحلیم شرر نے اس نام سے اسکی ایک دلچسپ اور سبق آموز سوانح عمری ترتیب دی ہے، دفتر دلگداز کٹرہ بیزن بیگ لکھنؤ سے مل سکتی ہے،

سخن سنج، حکیم محمد سراج الحق صاحب نے اس نام سے ایک سہ ماہی گلدستہ اشعار جاری کیا ہے، نظم کا حصہ صرف طرحی غزلون کے لئے مخصوص ہے، اہل شہر سے سالانہ چندہ ۴ر اور بیرونجات سے ۶ر، پتہ یہ ہے، دفتر دلگداز کٹرہ بیزن بیگ خان لکھنؤ،

قادر نامہ، قاضی عبدالرحمٰن صاحب حیرت سکنڈ مولوی مسلم جارج اسکول اعظم گڈہ نے اس نام سے ضروری انگریزی لغات کو بچون کے لئے خالق باری کی طرز پر اردو مین منظوم کیا ہے نظم نہایت سلیس اور روان، اور تکلف سے پاک ہے، انگریزی الفاظ کو سطر کے نیچے صحیح پڑھنے کے لئے رومن خط مین لکھدیا ہے، ہم نے بچون کے لئے اسکو نہایت پسند کیا امید ہے کہ ناظرین بھی مصنف کی حوصلہ افزائی فرمائینگے، چھوٹی تقطیع پر ٹائپ کے حروف مین سفید کاغذ پر چھپی ہے، قیمت ۲ر،

ترجمان پارسی، قاضی صاحب موصوف نے انگریزی اسکولون کے ابتدائی درجون کو اردو سے فارسی اور فارسی سے اردو ترجمہ سکہانے کے لئے یہ کتاب تالیف کی ہی تعلیمی نظر سے مفید ہے، ترکیب توصیفی و اضافی سے لیکر فقرہ اور عبارت تک بتدریج اسباق بڑہائے ہین اور ہر سبق کے بعد مشقی سوالات لکھے ہین اور آخر مین ضروری فارسی مصادر دئیے ہین، طبع و کاغذ متوسط قیمت ۵ر،

عدد سوم	ماہ شوال ۱۳۳۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۱۷ء	مجلد دوم

مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

قدیم قلمی تصنیفات کے ساتھ ہمارے روسا اور علمی انجمنون کو جو بے التفاتی ہے اسکا نتیجہ ہے کہ
ہر سال سینکڑون کتابین ہندوستان سے یورپ کو منتقل ہو رہی ہین، تیموریون کا وہ عظیم الشان کتبخانہ جسکو
درحقیقت علمی عجائب خانہ کہنا چاہیئے اسکا ایک ایک ورق اس طرح منتشر ہو گیا ہے کہ ایشیا یا یورپ کے
کسی ایک کتبخانہ مین بھی اُسکی دس کتابین یکجا ہونگی، تاہم یورپ اور ایشیا کا کوئی ایسا کتبخانہ نہین جہان
اسکے نوادر کا کچھ حصہ نہو، جرمنی، فرانس، اور انگلینڈ مین جو کتابین موجود ہین یا ہندوستان مین ٹونک
رامپور، حیدرآباد، لکھنؤ، بانکی پور، کلکتہ کے کتبخانون مین جو کتابین موجود ہین، بہرحال وہ محفوظ ہین،
لیکن اب بھی سینکڑون کتابین ایسی ہین جو لکھنؤ، آگرہ اور دلی کے قلمی کتب فروشون کے ہان پڑی
ہین، یا ذاتی ملکیت مین برباد ہو رہی ہین، کیا انکی حفاظت کی بھی ضرورت ہے؟

آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے ابتدائی مقاصد مین ایک یہ بھی تھا کہ قدیم علمی تصنیفات کو
بربادی سے بچایا جائے، ندوہ کے قیام کتبخانہ کی بھی مصلحت یہی بتائی جاتی ہے، دارالمصنفین
بھی اس مقصد سے بیگانہ نہین ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ یہ مجلسین باہمی مشورہ سے کوئی ایسی اسکیم

تیار کرین جسکے ذریعہ سے اگر یہ نہین ہو سکتا کہ یہ تمام قطرے ایک سمندر مین جمع ہو جائین تو
کم از کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک دو صاحبِ ذوق اہل علم کو جنکو قلمی کتابون سے واقفیت ہو انکو
ماہوار تنخواہ اور مصارف دیکر ہندوستان کے ایک ایک گوشہ مین بھیجا جائے، اور وہ ہر جگہ
جا کر ان نوادر کی تلاش کرین، اور انکے متعلق ہر قسم کے معلومات جمع کرین اور کام ختم ہونیکے بعد انکی
کوشش و عمل کے نتائج ترتیب دیکر شایع کئے جائین،

اس مین تین قسم کی فہرست معلومات ہونی چاہیئے،

(۱) ہندوستان مین مشرقی کتب خانے ذاتی یا سرکاری یا قومی کہان کہان واقع ہین، وہانکی
کتابون کی مجموعی اور قلمی و مطبوع کتابون کی الگ الگ تعداد، نوادر کتب کی تفصیل، کتبخانہ کی مختصر
تاریخ اور حالت موجودہ،

(۲) ہندوستان کے تمام کتبخانون مین قلمی کتابین فن وار کتنی موجود ہین، مع نام مصنف، تاریخ
تصنیف، تاریخ کتابت، اور نام مقام جہان وہ موجود ہون،

(۳) فہرست عام بہ ترتیب حروف ابجد،

ہماری ہمت افزائی اور ہمارے حوصلہ کی کارفرمائی کے لئے ایک نمونہ بھی سامنے موجود ہے
بنگال ایشیاٹک سوسائٹی نے چند سال سے ایک خاص صیغہ اسی غرض سے قائم کیا ہے اور
گورنمنٹ آف انڈیا سے اسکے لئے وہ امداد پاتی ہے، ڈاکٹر مامون سہروردی اس صیغہ کے
نگران کار اور ہمارے دوست حافظ نذیر احمد مفتش کتب ہین، سال روان مین حافظ صاحب
موصوف نے ہندوستان کے پچیس مختلف کتبخانون کا معائنہ کیا اور ۲۵ قلمی کتابون کے حالات بہم پہنچائے

ہمارے احباب کہین گے کہ سوسائٹی جب ایک کام کو کرہی ہے توہمکو دخل دینکی کیا ضرورت ہے لیکن ہم عرض کرینگے کہ اسی وقت توکام کرینکی شدید ضرورت ہے کہ ہمارے اور اسکے مقاصد مین آسمان وزمین کا فرق ہے،

محب گرامی مولوی عبدالماجد بی-اے جنکی فلسفیانہ تصنیفات سے ملک اچھی طرح روشناس ہو، حیدرآباد نے اپنے ہان اُنکو ترجمہ وتالیف کے منصب پر نامزد کیا ہے، چنانچہ ممدوح اوائل ستمبر سنہ۱۹۱۶ء مین حیدرآباد روانہ ہوگئے، اس جدید تقرر وانتخاب سے سرکار نظام نے اپنے قدیم روایات قدرشناسی کو پھر زندہ کیا ہے، اور حق یہ ہو کہ ہمارے ملک مین دربار آصفی فضل وکمال کی موثوق شہادت کی ٹکسال ہے،

دسمبر سنہ۱۹۱۶ء تک دارالمصنفین سے حسب ذیل کتابین شایع ہوجائینگی، مکاتیب شبلی جلد دوم ارض القرآن جلد دوم، مکالمات برکلے اور فلسفۂ برکلے، اخیر دو کتابین مشہور انگریزی فلاسفر سر جارج برکلے کے ڈائلاگس (مکالمات) اور پرنسپلس آف ہیومن نالج (مبادی علم انسانی) کا ترجمہ اور تلخیص ہے، برکلے وہ شخص ہے جس نے اپنے زور دلیل سے یورپ کی مادہ پرستی کو شکست دی ہے، امید ہے کہ یہ کارگر ہتیار ہمارے ملک کے مادہ پرستون کی تصحیح خیال کے لئے بھی کارآمد ہوگا۔

مکالمات کا اُردو ترجمہ جناب عبدالماجد صاحب کے زور قلم کا نتیجہ ہے اور چونکہ اسکا انداز بیان نہایت سہل اور سادہ ہے اسلئے ارادہ ہو کہ آیندہ معارف کے ذریعہ سے اسکی اشاعت شروع کردیجائے فلسفۂ برکلے کو بھی ایک محتاط اور ذوالریاستین (عربی وانگریزی) قلم نے اُردو مین منتقل کیا ہے۔

مقالات

اہل السنتہ والجماعہ

(۵)

شب آخر گشتۂ وافسانہ از افسانہ می خیزد

کل کی نشست مین ہم نے بتایا تھا کہ قدماے اہل السنتہ کے یہ دو اصول تھے،

(۱) انحضرت صلعم عقاید اور اعمال کے متعلق اپنی امت کو جو کچھ تعلیم وتلقین فرماگئے، اسپر ایک ذرہ کا اضافہ یا اس سے ایک ذرہ کی کمی نہین ہوسکتی،

(۲) خدا کی ذات وصفات اور دیگر عقاید کے متعلق قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے یا پیغمبر سے بتواتر جو کچھ ثابت ہے، اور انکی نسبت اجمالاً یا تفصیلاً جو کچھ اور جس حد تک اُنھون نے تفسیر وتشریح کی ہے اسی پر ایمان لانا واجب ہے، اپنی عقل وقیاس اور استنباط سے تفسیر وتشریح کرنی صحیح نہین، اور نہ اسپر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جزو ہے،

یہ دو اصول ایسے ہین جنکے اثبات کے لئے کسی مزید دلیل کی حاجت نہین کیونکہ جیسا ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہین کہ یہ اکثر ایسے مسائل ہین جنکی نسبت عقل کا فیصلہ نفیاً یا اثباتاً ناقابل لحاظ ہے کہ یہ حدود اسکے دسترس سے باہر ہین، اور اسی لئے ہمکو ایک پیغمبر کی ضرورت ہے اور جب یہ مقدمہ صحیح ہے تو ان مسائل کی نسبت عقل کی تفسیر یا اضافہ یا اسقاط درحقیقت اپنے پہلے دعوی کا ابطال ہے،

لیکن اس قیاس کو چھوڑکر اب ہمکو قرآن وسنت سے ان اصولون کی صحت ثابت کرنی ہے اسکے لئے ہم اپنے دوستون کو اپنی پہلی اور دوسری نشست کی تقریرین یاد دلاتے ہین، جن مین

قرآن وسنت سے اس اصول کو ثابت کیا گیا ہے، آج کے جلسہ مین ائمہ سلف اور قدمائے اہل السنتہ کے اقوال سے دکھانا ہی کہ ان رسمی فرقون کے پیدا ہونے سے پہلے اہل السنتہ کے کیا معنی تھے،

امام مالک بن انس اہل السنتہ کا عقیدہ بتاتے ہین،

الکلام فی الدین اکرهه ولا یزال اهل بلدنا یکرهونه وینهون عنه نحو الکلام فی رأی جهم والقدر وما اشبه ذلک وما احب الکلام الا فیما تحته عمل فاما الکلام فی دین الله وفی الله عز وجل فالسکوت احب الیّ لانی رأیت اهل بلدنا ینهون عن الکلام فی الدین الا فیما تحته عمل،

عقاید مین گفتگو کرنا ناپسند کرتا ہون، اور ہمیشہ ہمارے شہر (مدینہ) کے علما اُسکو ناپسند کرتے رہے ہین اور اس سے روکتے ہین، مثلاً جہم کی راے اور قدر مین گفتگو کرنا، مین بحث ومباحثہ انہین پسند کرتا ہون جسکے تحت مین کوئی عمل ہو، لیکن خدا کے عقاید اور خود خدا کی ذات مین سکوت میرے نزدیک پسندیدہ ہی، کیونکہ ہم نے اپنے شہر کے علماء کو دیکھا ہے کہ عقاید مین گفتگو کرنے سے روکتے تھے لیکن جن باتون کے تحت مین کوئی عمل ہے،

امام موصوف نے نہ صرف یہ اپنا اصول بتایا، بلکہ اپنے تمام پیشروون کا طریقہ یہی بتایا اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ سلف کی زندگی کی اصلی روش، عمل تھا تخیل نہین، وہ صرف اُنہین اُمور پر گفتگو کرتے تھے جن پر عملاً بھی ہمکو کاربند ہونا ہے،

امام بخاری خلق افعال العباد مین سلف صالحین کا مذہب لکھتے ہین،

وانهم کرهوا البحث والتنقیب عن الاشیاء الغامضة وتجنبوا اهل الکلام والخوض والتنازع الا فیما جاء فیه العلم وبینه رسول الله صلعم (ص ۷۰)

انھون نے ان مشکل مسایل مین بحث وگفتگو کرنا ناپسند کیا اور جو لوگ ان مین گفتگو، غور اور نزاع کرتے تھے انسے پرہیز کیا لیکن جن مسائل مین علم (خدا کیطرف سے) آیا ہے یا آنحضرت صلعم نے اُسکو بیان کر دیا ہی آمین انھون نے غور وفکر اور بحث کی،

امام ترمذی ائمہ سنت کا اصول بتاتے ہین،

والمذهب فی هذا عند اهل العلم من الائمة مثل سفیان الثوری ومالک بن انس وسفیان بن عیینة وابن المبارک ووکیع وغیرهم انهم رووا هذه الاشیاء وقالوا تروی هذه الاحادیث ونومن بها ولا یقال کیف، وهذا الذی اختاره اهل الحدیث ان یرووا هذه الاشیاء کما جاءت ویومن بها ولا تفسر ولا یتوهم ولا یقال کیف وهذا امر اهل العلم الذی اختاروه وذهبوا الیه،

ائمہ اہل علم جیسے سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن مبارک وغیرہ کا اس بارہ مین مذہب یہ تھا کہ انھون نے ان چیزون کی روایت کی اور کہا ہم ان حدیثون کی روایت کرتے ہین اور ان پر ایمان رکھتے ہین، اور یہ نہین کہا جاے کہ یہ کیونکر ہے اور اسی مذہب کو اہل حدیث نے اختیار کیا ہی کہ ان باتون کی روایت کردین جس طرح وہ آئی ہین، اور اُن پر ایمان رکھا جاے، اور اُنکی تفسیر نہ کیجاے اور نہ وہم کیا جاے اور نہ کیسے کہا جاے، اہل علم کا بھی مذہب ہے اور اسی کو پسند کیا ہے،

محدث ابن عبدالبر قدماے اہل سنت کا مسلک بتاتے ہین،

لان الله عز وجل لا یوصف عند الجماعة اهل السنة الا بما وصف به نفسه او وصفه به رسوله او اجمعت الامة علیه ولیس کمثله شیئ فیدرک بقیاس او بانعام نظر وقد نهینا عن التفکر فی الله وامرنا بالتفکر فی خلقه الدالّ علیه،

(جامع بیان العلم ص ۱۵۱ مصر)

اسلئے کہ خداے پاک کا وصف جماعت یعنی اہل السنت کے نزدیک وہی ہو سکتا ہی جسکو خود خدا نے بیان کیا ہی یا اسکے رسول نے یا تمام امت نے اسپر اجماع کر لیا ہے خدا کی مثل کوئی شے تو ہے ہی نہین پھر قیاس یا غور وفکر سے وہ کیونکر دریافت کیا جا سکتا ہے، ہمکو خدا مین فکر کرنے سے منع کیا گیا ہے، اور اسکی مخلوقات ومصنوعات مین غور وفکر کا حکم دیا گیا ہی جو اسکے وجود اور ہستی پر دال ہین،

امام بیہقی علمائے سنت کا متفق علیہ اصول بتاتے ہین،

فاما الاستواء فالمتقدمون من اصحابنا رضی اللہ عنہم کانوا لا یفسرونہ ولا یتکلمون فیہ کنحو مذہبہم فی امثال ذلک	لیکن عرش پر برابر ہونا، تو قدمائے اہل سنت اسکی تفسیر نہین کرتے تھے، اور نہ اسمین بحث کرتے تھے، جیسا کہ انکا مذہب اس قسم کے اور مسائل مین بھی یہی ہے،

حافظ ابن حجر نے اس موقع پر جو تقریر کی ہے وہ سننے کے قابل ہے، فرماتے ہین،

"ان مسائل مین تاویل کرنا آنحضرت صلعم سے اور نہ کسی صحابی سے، صحیح طریقہ سے مروی ہے اور نہ اس بات کی ممانعت آئی ہے کہ ان مسائل کو بیان نہ کیا جاے، آنحضرت صلعم کو خدا کی طرف سے حکم تھا کہ جو کچھ تمپر نازل ہو وہ لوگون کو پہنچا دو، یہ بھی خدا نے فرما دیا کہ الیوم اکملت لکم دینکم "آج اے مسلمانو! مین نے تمھارا دین کامل کر دیا" اور باوجود اسکے آپ ان مسائل کا ذکر نہ فرمائین، یہ محال ہے، اور اسکی تمیز نہو سکے کہ خدا کی طرف کن صفات کی نسبت ہو سکتی ہے اور کن کی نہین ہو سکتی؟ حالانکہ آپنے تمام صحابہ کو تاکید فرما دی تھی کہ جو لوگ آپکے سامنے موجود ہون وہ آپکے احکام ان لوگون تک پہنچا دین جو موجود نہین، یہانتک کہ اسی بنا پر آپکی ایک ایک بات، ایک ایک کام، ایک ایک حالت، اور ایک ایک واقعہ جو آپکے سامنے ہوا اسکو بیان کر دیا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکا اس امر پر اتفاق تھا کہ ایمان اسی طرح لانا چاہئیے جس طرح خدا چاہتا ہے،"

حافظ صاحب کا مقصود یہ ہے کہ خدا نے اپنے دین کے متعلق جو کچھ کہنا تھا وہ اپنے پیغمبر کی زبانی انسانون تک پہنچا دیا، صحابہ نے آپ سے جو کچھ سنا وہ اپنے بعد والون تک پہنچا دیا، یہ مسائل اگر مذہب مین داخل ہوتے تو ضرور انکی تعلیم ہوتی،

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین:

"خدا اس سے بالا اور برتر ہے کہ وہ عقل یا حواس سے دریافت ہو سکے یا اسمین صفتین اس طرح موجود ہون کہ جس طرح عوارض جوہر مین ہو کر پائے جاتے ہین، یا وہ اسطرح ہون جنکو عام عقلین ادراک کر سکین یا متعارف الفاظ انکو ادا کر سکین، با این ہمہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگون کو بتا بھی دیے جائین تاکہ جہانتک انسانیت کی تکمیل ہو سکتی ہے ہو جاے، ایسی حالت مین اس سے چارہ نہین کہ ان صفتون کا استعمال ان معنون مین کیا جاے کہ اُنکے نتائج اور لوازم لئے جائین، مثلاً ہم خدا کے لئے "رحمت" ثابت کرتے ہین، اس سے مقصود احسان کا سمجھانا ہے، دل کی خاص کیفیت نہین (جسکو اصل مین رحمت کہتے ہین) اسی طریقہ سے خدا کی وسعتِ قدرت کے اظہار کے لئے مجبوراً ہمکو وہ الفاظ استعارۃً استعمال کرنے پڑینگے جو انسانون کی قدرت وقوت کے لئے بولے جاتے ہین، کیونکہ ان معانی کے ادا کرنیکے لئے ہمارے پاس اس سے بہتر الفاظ نہین، اور اسی طرح تشبیہاً بہت سے الفاظ بولے جائینگے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اُنسے حقیقی معنی مراد نہون، بلکہ وہ معانی جو خدا کی ذات کے لائق اور مناسب ہین، ..... تمام آسمانی مذہب کا اسپر اتفاق ہے کہ صفات اسی طریقہ پر بولے گئے ہین، اور اسپر کہ یہ الفاظ اسی طرح بولے جائین، اور اسکے علاوہ کوئی اور بحث وکاوش نہ کی جاے، اور یہی مذہب اُس زمانہ کا تھا جسکے خیر وبرکت کی شہادت دیگئی ہے، (یعنی تبع تابعین کے عہد تک) اسکے بعد کچھ ایسے لوگ مسلمانون مین پیدا ہوگئے جنہون نے بغیر کسی نص قطعی اور دلیل مستحکم کے ان مسائل مین غور وکاوش شروع کر دی"[1]

اب ہمکو اپنے بیان کردہ گذشتہ اصول کلیہ کو جزئی مسئلون مین دکھا کر ثابت کرنا ہے کہ قدمائے اہل سنت اور اس عہد کے اعتقادات ان مسائل مین کیا تھے، جنکو آنحضرت صلعم نے خیر وبرکت کا

[1] یہ دونون تقریرین حجۃ اللہ باب الصفات مین ہین،

زمانہ فرمایا ہے،

مسئلہ تقدیر یا جبر و قدر اعتقادیات مین سب سے پہلے اسی مسئلہ مین گفتگو پیدا ہوئی، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکا جواب نہ صرف مذہب بلکہ فلسفہ کی زبان سے بھی مشکل ہے، یہ نہ صرف اسلام کا مسئلہ ہی بلکہ دنیا کا کوئی مذہب اس سے خالی نہین، اور درحقیقت مذہب کی رُوح اسی مُعجز العقول معما کے اندر پوشیدہ ہے، اسکا جواب نفیاً یا اثباتاً ادعائی لہجہ مین دنیا مذہب پر ایک خطرناک حملہ ہے،

احادیث مین ہے کہ ایک دفعہ آپ باہر تشریف لاے دیکھا کہ کچھ اصحاب بیٹھے باتین کررہے ہین، دریافت فرمایا کہ کس مسئلہ پر گفتگو کررہے ہو، عرض کی، مسئلہ قدر پر، یہ سُن کر اسقدر برافروختہ ہوے کہ چہرہ سُرخ ہوگیا، راوی کا بیان ہے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے روے مبارک پر انار کے دانے نچوڑ دیے ہین، اور فرمایا تم سے پہلی قومین اسی مین ہلاک ہوئین، مین تاکید کرتا ہون کہ اسمین جھگڑا نکرو،[۱]

حضرت قاسم بن محمد، حضرت صدیق اکبر کے پوتے، اور مدینہ کے دار الفقہ کے رکن اعظم تھے ایکدفعہ دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوے مسئلہ قدر مین گفتگو کررہے ہین، فرمایا،

کُفّوا عما کفّ اللہ عنہ[۲]	جس سے اللہ تعالے خاموش رہا ہی تم بھی خاموش رہو،

کلام مامون عباسی کے عہد خلافت مین یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ کلام الٰہی قدیم ہے یا حادث، مخلوق ہے یا غیر مخلوق، کلام چونکہ خدا کی صفت ہے، اور خدا کی صفات کو بھی خدا کی ذات کی طرح قدیم اور غیر مخلوق ہونا چاہیئے، اسلئے محدثین اور ارباب ظاہر اسکے معتقد ہین کہ کلام الٰہی غیر مخلوق ہے، معتزلہ کہتے ہین کہ کلام خدا کی ذات کے علاوہ ہے، اور خدا کی ذات کے سوا ہر شے حادث ہے، اور مخلوق ہے، قرآن کہتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ، خدا کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونیوالی ہے، قرآن مین

[۱] ترمذی، قدر، حدیث غریب، [۲] ابن سعد اجزء مدینہ، تذکرۂ قاسم بن محمد،

[ف]رعون و ہامان کا ذکر ہے، کلام الٰہی اگر قدیم وغیر مخلوق ہی تو کیا یہ لوگ بھی قدیم وغیر مخلوق ہین،

حنابلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ وغیرہ کا بیان ہی کہ جس زمانہ مین یہ مسئلہ پیدا ہوا ہے، اُس زمانہ کے تمام علماے کبار اور ائمہ سنت نے اپنا یہ مذہب ظاہر کیا کہ کلام الٰہی غیر مخلوق اور قدیم ہی، امام احمد بن حنبل جنھون نے فرمان شاہی کے مقابلہ مین بڑی استقامت ظاہر کی تھی، انھون نے بھی علی الاعلان اہل السنۃ کا یہی مذہب بتایا تھا، تعصب اور فریقانہ مخالفت کا جوش جانے دو، اور بسکون خاطر کے ساتھ غور کرو کہ کیا قرآن کو حادث و قدیم یا مخلوق و غیر مخلوق کہنا، محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے معتقدات مین داخل تھا، اسلام کی تبلیغ صرف یہ ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہی، اسلئے اس کے من اللہ ہونے کا ہمکو یقین کامل ہے،

اصل یہ ہی کہ علماے سنت نے یہ فتوی دیا تھا کہ جو شخص قرآن کو یا کلام الٰہی کو "مخلوق" کہے وہ کافر ہوگا، نہ اسلئے کہ اسکو "غیر مخلوق" کہنا چاہیئے تھا بلکہ اِسلئے کہ "مخلوق" کہنا جیسا کہ معتزلہ کہتے تھے، بدعت اور قرآن و سنت کے بتاے ہوے معتقدات پر نئی شے کا اضافہ ہے، امام بخاری نے جزء افعال العباد مین دیگر اقوال کے ساتھ علماے سنت کے یہ اقوال بھی لکھے ہین،

علی بن عبد اللہ فرماتے ہین،

القرآن کلام اللہ من قال انہ مخلوق فھو کافر (ص۶)	قرآن خدا کا کلام ہی جو کوئی یہ کہیگا کہ وہ مخلوق ہی وہ کافر ہے

سفیان بن عیینہ اکابر اہل سنت مین شمار ہوتے ہین، انھون نے نہایت غضبناک ہوکر فرمایا،

ویحکم القرآن کلام اللہ قد صحبت الناس	افسوس تمپر قرآن خدا کا کلام ہے، مین نے بزرگون
وادرکتھم ھذا عمرو بن دینار و ھذا	کی صحبتین اٹھائی ہین، انکا زمانہ پایا ہی، یہ عمرو بن دینار
ابن المنکدر حتی ذکر منصوراً والاعمش	یہ ابن منکدر (یہانتک کہ انھون نے منصور، اعمش،
ومسعر بن کدام فقال ابن عیینۃ قد	مسعر بن کدام کا بھی نام لیا) ان لوگون نے معتزلہ

تکلموا فی الاعتزال والرفض والقدر وامر — روافض اور قدریہ پر اعتراضات کئے اور ان سے
باجتناب لقوم فما نعرف القرآن الا کلام اللہ ومن — بچنے کی تاکید کی، ہم صرف یہ جانتے ہین کہ قرآن خدا کا
قال غیر ھذا فعلیہ لعنۃ اللہ، — کلام ہے، اسکے سوا جو کوئی اور کچھ کہیگا وہ ملعون ہے

ظاہریہ نے قیامت یہ کی ہے کہ صحابہ تک سے قرآن کے غیر مخلوق ہونیکی روایتین نقل کردی ہیں

حافظ ابواحمد رحمۃ نے ان حدیثون سے انکار کیا، فرمایا،

مایعرف الصحابہ رضی اللہ عنہم الخوض فی القرآن، — صحابہ کرام سے قرآن مین مطلق بحث منقول نہین،

اسحاق بن راہویہ سے لوگون نے پوچھا کہ قرآن کے مسئلہ مین مخلوق کی بحث جو پیدا ہوگئی ہے اسکی نسبت آپکی کیا راے ہے، فرمایا،

القرآن کلام اللہ وعلمہ ووحیہ ولیس بمخلوق — قرآن خدا کا کلام اسکا علم اور اسکی وحی ہے مخلوق نہین ہے

عمرو بن دینار جو بڑے بڑے اکابر صحابہ کی خدمت مین رہے تھے، وہ بھی اپنا یہی مسلک بیان کرتے تھے اور فرماتے تھے،

علی ھذا امضی صدر ھذہ الامۃ ولم یختلفوا فی ذلک، — اس امت مرحومہ کا پہلا زمانہ اسی مسلک پر گذر گیا اور اسمین کسی نے اختلاف نہین کیا،

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا، فرمایا کتاب اللہ وکلامہ قرآن خدا کی کتاب ہے اور اسکا کلام ہے، ایک روایت مین ہے کہ انھون نے فرمایا، لیس بالخالق ولا بالمخلوق ولکن کلام الخالق، قرآن نہ خالق ہے نہ مخلوق ہے بلکہ خالق کا کلام ہے، (جو لوگ قرآن کو غیر مخلوق کہتے ہین انکو خالق نہین تو خالق کا جزو تو قرآن کو تسلیم کرنا پڑیگا)

بعینہ یہی جواب امام جعفر صادق سے مروی ہے، انھون نے فرمایا لیس بالخالق ولا بالمخلوق ولکنہ کلام اللہ تعالی، نہ خالق ہے نہ مخلوق، لیکن خداے پاک کا کلام ہے، امام عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی مذہب ہے، لیس بخالق ولا بمخلوق، منصور بن عمار ایک محدث ہین، ان سے کسی نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کلام الٰہی عین خدا ہے یا جزو خدا ہے، یا غیر خدا ہے، انھون نے جواب دیا، "اللہ تعالی ہم سب کو فتنہ سے بچائے، اور اہل السنۃ والجماعۃ مین سے بنائے، پیغمبرون کے بعد بندون کے لئے خدا پر کوئی حجت نہین ہے، ہم سمجھتے ہین کہ قرآن کی نسبت یہ بحث بدعت ہے، جسمین سائل اور مجیب دونون شریک ہین، سائل اسمین پڑتا ہے جو اسپر فرض نہین اور مجیب بہ تکلف وہ کرتا ہے جو اسپر فرض نہین، خدا کے سوا مین کسی کو خالق نہین کہتا اور اسکے سوا سب مخلوق ہے۔ قرآن خدا کا کلام ہے، اسکے بعد رک جاؤ، قرآن کی کوئی صفت اپنی طرف سے نکرو ورنہ گمراہ ہوگے"، اسی قسم کے اقوال اور ائمہ سے بھی ثابت ہین،

استوار

اللہ تعالے آسمان پر ہے اور ہر جگہ ہے، قرآن مجید مین یہ دونون باتین مذکور ہین، یہ بھی ہے کہ

اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ — جدہر منھ پھیرو ادہر ہی خدا ہے،

یہ بھی مذکور ہے،

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی، — خدا تخت پر برابر ہوا،

بعض ائمہ ان آیتون کے معنی یہ لیتے ہین کہ خدا وجوداً تو آسمان پر ہے، لیکن اپنے علم کے رو سے وہ ہر جگہ ہے، جہمیہ کا اعتقاد یہ ہے کہ خدا اپنے وجود کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے،

امام مالک سے کسی نے الرحمن علی العرش استوی کے معنی دریافت کئے، انھون نے یہ سن کر سر جھکا لیا، پھر فرمایا،

الاستواء معلوم وکیفیتہ مجہول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ، — استوار کے معنی معلوم ہین، اسکی کیفیت مجہول ہے اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اسکی نسبت بحث، وسوال کرنا بدعت ہے

درحقیقت امام مالک نے ان چند فقرون مین قدماے اہل السنۃ کے اصول کلیہ کی تعلیم

فرمادی ہے، اور یہی وہ اصول ہے جو ہر قسم کے ایرادات اور اعتراضات عقلی کے لیے سپر ہے
اُنھون نے اسکی وجہ بھی ظاہر کردی ہے، اُنھون نے کہا کہ اگر تمہارے اعتقادات کی بنیاد جدل ومناظرہ اور دلائل عقلی پر ہے تو بالکل ممکن ہی کہ کل تم سے زیادہ پرزور اور بولنے والا آدمی تمہارے سامنے آجاے اور اپنے دلائل سے تمہین معقول کردے تو کیا تم اپنا مذہب چھوڑ دوگے اور پرسون اس سے زیادہ طبیعت دار اور چلتا ہوا تم سے دوبدو ہو اور وہ کل کے دلائل کو جنکو سنکر تم معقول ہوگئے تھے، پرزہ پرزہ کردے تو کیا پھر اپنا نیا مذہب بھی بدل ڈالو گے، اور اسی طرح ہر نئے دن کے آفتاب کے ساتھ تمہارا مذہب ڈوبتا اور نکلتا رہیگا،

بعض شبہات کا ازالہ یہ پورا سلسلۂ مضمون پڑھکر ممکن ہی کہ بعض صاحبون کو یہ شک پیدا ہو کہ اہل السنۃ کے نزدیک مذہب عقل کے خلاف چیز ہے یا کم از کم یہ کہ وہ مذہب کا عقل کے موافق ہونا ضروری نہین سمجھتے ہین،

اس سوال کے حل کرنے مین دو باتین قابل لحاظ ہین، اول یہ کہ ہم مذہب کو جن عقاید و اعمال کا مجموعہ سمجھتے ہین، انکا اسقدر حصہ جسکو صاحب شریعت نے ہم پر کھول دیا ہے اور جو درحقیقت مذہب ہے، اس نے اسکے تمام اصول و فروع بھی ہمکو بتادیے ہین، اسکا ایک ذرہ خلاف عقل نہین ہے، اسکے دلائل تک وہی صحیح ہین جو خود شریعت نے اپنے دعوون کے ساتھ پیش کئے ہین لیکن وہ حصہ جو درحقیقت مذہب کا جز نہین، یعنی ہمارے علم کلام کے وہ عناصر جو قرآن اور سنت صحیحہ سے ماخوذ نہین اور جو فی الحقیقت اس جسم کا مادۂ فاسدہ ہے، ممکن ہی کہ وہ خلاف عقل اور مجموعۂ محالات ہو،

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ جب ہم ایک شے کو خلاف عقل کہتے ہین تو اسکے دو معنے

۵۷ جامع بیان العلم ابن عبدالبر صفحہ ۱۵۵، مصر،

ہوتے ہیں معنی یہ ہین کہ عقل نے مسلّم طور سے ایک بات پہلے سے طے کردی ہے جسکے دلائل اسقدر مضبوط ہین کہ وہ لوٹ نہین سکتے، اب مذہب اسکے خلاف ایک دوسری بات کہتا ہے جسکو مان لینا ایک ثابت شدہ عقلی مسئلہ کو باطل کردینا ہے، لیکن ذرا غور کرو کہ مذہب اور عقل کے درمیان جو مسائل متنازع فیہ کہے جاتے ہین، کیا اُنکے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ عقل نے مضبوط اور مستحکم دلائل سے اِسطرح اُنکو ثابت کردیا ہے کہ وہ قطعی ہوگئے ہین، اور اُنکے خلاف کہنا ایک ثابت شدہ مسئلہ کا انکار ہے، حقیقۃً ایسا نہین ہی اسلئے کسی شئے کو خلاف عقل کہدینے مین جلدی نہین کرنی چاہئے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہماری عقلین اُسکا فیصلہ نہین کرسکتین، اور یہ سچ ہے،

شکلِ عشق نہ در حوصلۂ دانشِ ماست — حلِ این نکتہ بایں فکرِ خطا نتوان کرد

"اہل السنۃ والجماعۃ" کی تشریح حقیقت کے لئے ہم نے جو سلسلۂ مضامین شروع کیا تھا اس رسالہ مین اسکی یہ آخری قسط ہے گو جیسا کہ دل چاہتا تھا پوری تفصیلی بحث تمام مسائل پر نہو سکی تاہم یہ مسئلہ اس حد تک صاف ہوگیا ہے کہ عام مسلمانون کو بھی اب یہ صحیح راستہ نظر آنے لگا، اللہ تعالے کا شکر ہے کہ اس نے بہت سے برادران ملت کو اس دعوت کے قبول کرنیکے لئے آمادہ کردیا، پرجوش اور غیور صاحبدل مولوی حکیم غلام غوث صاحب ریاست خیرپور سندھ نے یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ یہ پورا سلسلۂ مضمون ایک رسالہ کی صورت مین علیحدہ چھاپکر مفت یا معمولی قیمت پر عام مسلمانون مین تقسیم کیا جاے، حکیم صاحب موصوف نے صرف زبانی نہین بلکہ عملاً بھی اس رسالہ کے طبع کے مصارف برداشت کئے ہین، جزاہ اللہ خیراً،

ارتقاء ادب اُردو

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب" معارف"

جناب من، مین نے اردو لٹریچر کے" نفس واپسین"کے عنوان سے حال مین ایک مضمون لکھا تھا جس سے بعض حلقون مین یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ" پرستاران شبلی" کے مقابلہ مین دراصل اس انجمن اردو کی تنقیص مدنظر تھی، لیکن واقعی بات یہ نہین ہے، مین نے انجمن کو اسکی اہم ذمہ داریون کے لحاظ سے ٹوکا تھا، یعنی توقعات زیادہ ہوتی ہین تو فروگذاشت کسی حیثیت سے ہو مایوس کن ہوتی ہے،

انجمن جو کچھ کر رہی ہے، مین اسے قوم کی عام بے التفاتی کے لحاظ سے بہت قابل قدر سمجھتا ہون، اسی طرح مجھکو دارالاشاعت لکھنؤ سے پوری ہمدردی ہے جو انجمن کے کارنامون کی مقدار کے ساتھ اسکی صفات کو بھی گران وزن کر رہا ہے، اور گو ایک غیر ذمہ دار جلسن لطیف نے ظفر الملک سے ایک موقع پر کیفیت نہین بلکہ جواب طلب کیا تھا، لیکن یہ بڑی ناشکری ہوگی اگر ترقی اُردو کے آلۂ محرک (لوئر) سے ایک منٹ کے لئے قطع نظر کیجائے، تاہم مین نہین مانتا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ قدرتی طور پر ہماری ضروریات کے مطابق ہے،

ملک کی کسی تعلیم یافتہ جماعت نے کبھی اسپر غور نہین کیا کہ ہر چیز ایک نظام طبعی رکھتی ہے اور اُردو زبان بھی اس کلیہ سے مستثنی نہین ہے، کانفرنس ہو یا انجمن ترقی اُردو، زبان کا مسئلہ کبھی اس حیثیت سے پیش نظر نہین رہا، یہانتک کہ ان لائق ادب افراد نے جنکے دل و دماغ کے نتائج آج اُردو کا بہترین سرمایۂ ادب ہین، منفرداً یا متفقاً کبھی یہ جاننے کی کوشش نہین کی کہ لٹریچر کی فطری ضروریات کے لحاظ سے کون کون سے کام ہین جن پر ترتیباً سب سے پہلے توجہ ہونی چاہیئے اور دراصل ترقی اُردو کے نظام ترکیبی کا

اقتضاے طبعی کیا ہے،

یہ ایک کھلا ہوا راز ہے کہ ملک مین جہانتک مختلف اصناف سخن کا تعلق ہے، لٹریچر کا ذخیرہ بڑھ رہا ہے، لیکن کیا یہ انتشار عمل کسی قاعدہ کلیہ کی تحت مین ہے، یا ہم اس سے کسی حقیقی فوائد کے متوقع ہوسکتے ہین؟

مین نے اسی خیال سے پروفیسر براؤن آف کیمبرج کو جو آج کل کے مستشرقین یورپ مین ایک زبردست شخصیت رکھتے ہین، اور جنکو مشرقی لٹریچر سے خاص دلچسپی ہے، لکھکر دریافت کیا، ممدوح کی راے کے مطابق ہمکو ترقی زبان کے لئے سب سے پہلے تالیفات ذیل مرتب کرنی ہونگی،

(۱) جامع اللغات اُردو،

(۲) محاورات

(۳) لغات الاصطلاحات

(۴) لغات فارسی — جہانتک اردو کی تکمیل کا تعلق ہے،

(۵) لغات عربی، — بہ ترتیب جدید

(۶) ادب الاساتذہ — ۱۲ ضخیم جلدون مین

(۷) جامع القواعد اُردو،

(۸) عقلیات، — یعنی فلسفہ اور سائنس کی ہر شاخ پر ایک مستقل کتاب،

۹ اردو انسائیکلوپیڈیا، — جو ضابطۂ علوم عصریہ ہوگی،

کسی زبان کو سرمایہ دار اور با اصول کرنیکی یہ قدرتی ترتیب ہے جس سے براؤن کی راے کے مطابق قطع نظر نہین ہوسکتی، ہمکو محض بے غایۃ رسائل کی اشاعت سے خواہ وہ فی نفسہ مفید بھی ہین صرف مطبوعات کی تعداد بڑھانی نہین ہے، بلکہ ان وسائل کی تکمیل کے ساتھ جو زبان کی ترقی کیلیے

لازم سے ہین یہ یکہنا ہے کہ ناآشنایانِ سخن کو کس طرح زبان کا دلدادہ بنایا جائے،

اسکے لئے فاضل پروفیسر کی راے ہے کہ کثرت سے "صالح لٹریچر" کی اشاعت کیجاے، اسی طرح ضخیم لغات کی ترغیب کے بعد اردو، فارسی اور عربی کی لاکھون جلدین "لغات المبتدی" کی حیثیت سے مرتب کیجائین اور اس کثرت سے شایع کی جائین کہ بچہ بچہ کے ہاتھون مین ہون،

میرا خیال ہے پروفیسر براؤن کی یہ اسکیم نسبتہً اسقدر ضروری ہے کہ اسکا ذکر اگر آپکے وقیع پرچہ مین نہ آے تو لٹریچر کی حق تلفی ہوگی،

ایم، مہدی حسن

زبان اُردو کی ترقی کا مسئلہ

ڈیمانڈ اور سپلائی کا اصول

کشیم نالہ خدا آسمان نگہدارد

پروفیسر براؤن نے انگلستان مین بیٹھکر ہندوستان کی ملکی زبان کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اصولاً اسکی تسلیم مین کسکو عذر ہوسکتا ہے، لیکن ذرا انکو عملاً بھی ایک محکوم قوم کی زبان کے مشکلات سے واقفیت حاصل کرنی چاہیئے، اس زمانہ مین محکوم قوم کی زبان کی ترقی کا مسئلہ علمی حیثیت سے ایسا نہین ہے کہ صرف ایک دو آدمی یا ایک مجلس کے طے کردینے سے طے ہوجاے، وہ زمانہ گذر چکا جب ایک رستم تنہا مازندران کے تمام دیوستان کو فتح کرسکتا تھا، اب اسکے لئے کلدار توپون، لاتعداد گولون، بیشمار تربیت یافتہ افواج، غیر محدود سامان حرب چاہیئے، اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ آسمان وزمین کے تمام خزانون کی کنجیان اسکے ہاتھ مین ہونی چاہیئن،

ہمکو تصنیفات کی احتیاج ہے، تصنیفات کے لئے ہمکو سامانِ طبع کی حاجت ہے، اور سامان طبع کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے، ہمکو مصنفین چاہیئن، لیکن مصنفین کو فراغ چاہیئے،

اور فراغ حال روپیہ سے ہوسکتا ہے، الغرض سب سے اول اور سب سے پہلے مصنفین اور تصنیفات کا سوال نہین بلکہ سرمایہ اور روپیہ کا سوال ہے، سرمایہ اور روپیہ کیونکر ہاتھ آسکتا ہے؟ حکومت سے یا قوم سے، موجودہ نظام حکومت کا طرز عمل ایسی امداد کے لئے آمادہ نہین، اب صرف قومی خزانہ کی طرف ہمارا ہاتھ بڑھ سکتا ہے، لیکن حالت یہ ہے کہ قوم اپنے خزانہ کا مُنھ اسی وقت کھول سکتی ہے جب اُسکو روزانہ کاروبار اور اپنی عام زندگی کے لئے ہماری ضرورت محسوس ہو،

اردو کی ترقی اور تکمیل کے لئے متعدد تجویزین اور نظامات عمل ابتک پیش ہوچکے ہین لیکن ہمارے نزدیک یہ اسوقت ناقابل عمل ہین جب تک ملک مین اسکی مانگ، طلب اور قدردانی کا جذبہ نہ پیدا ہو، اردو انسائیکلوپیڈیا کی تجویز کی بہت سے دوستون نے نیک نیتی سے مخالفت کی انھون نے سنجیدہ دلیلین پیش کین، سب سے پہلے روپیہ کا سوال پیش آیا، ہم نے کہا ایک دو صاحبان ہمت نے بھی ہمارا ساتھ دیا تو بس ہے، مصنفین اور محررین کی نسبت سوال آیا تو ہم نے ملک کے ارباب قلم کے نام گنا دیئے، جن مین سے عملاً اکثر کام کرنیکے لئے تیار تھے، لیکن جب یہ سوال آیا کہ اسکی کتنی جلدین چھپینگی اور کتنے لوگ اُسکی خریداری کو آمادہ ہونگے، اسوقت ہم نے شائقین کی فہرست پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ بمشکل سو دو سو نسخے اُسکے فروخت ہوسکے، سیرۃ نبوی جسکے غلغلہ سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ گونج اُٹھا ہے اور ہمارے احباب کا بیان ہے کہ ملک نہایت بیچینی سے اُسکا منتظر ہے اسوقت تک اسکے دفتر مین خریدارون کے صرف ۳۰۰ نام رجسٹرڈ ہوئے ہین، پھر اُردو کے لئے کوئی کس برتے پر کسی بڑے کام کی ہمت کرے،

استاذ مرحوم نے شعر العجم جب لکھی تھی تو خیال تھا کہ ہندوستان کو شاعری سے ایک فطری مناسبت ہے اور خصوصاً فارسی شاعری تو ابتک کالجون مین زندہ ہے، لیکن آپکو معلوم ہے کہ اسکے ۵۰۰ نسخے پورے پانچ برس مین بکے، انجمن ترقی اردو اپنے مطبوعات کا پشتارہ باندھے

تمام ملک کا چکر لگا رہی ہے، تاہم اسکی سالانہ روداد مین مطبوعات کی خریداری اور آمدنی کی قابل
افسوس تعداد نظر آتی ہے، دار المصنفین کا بھی یہی حال ہے،

بیس تیس برس مین کیا سے کیا ہو گیا، المامون ۱۸۸۹ء مین پہلی دفعہ چھپی تھی، مولانا مرحوم
فرماتے تھے کہ صرف تین مہینے مین پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا تھا، سرسید کی تصنیفات جو تمامتر عربی سے
ماخوذ، عربی عبارات سے پر، دقیق اور مشکل مباحث سے مملو ہوتی تھین، لوگ برابر پڑھتے تھے،
بات یہ تھی کہ اس زمانہ تک ملک مین انگریزی کا کامل رواج نہ تھا، عربی اور فارسی زبانین زندہ
تھین، جدید تعلیم نے دماغون کو صرف تفریحی مشاغل کا آشیانہ جسطرح آج بنا رکھا ہے اسوقت یہ عالم
نہ تھا اِسلئے ایک حالت قائم تھی، انگریزی تعلیم جیسے جیسے پھیلتی گئی، اُردو جسکا تانا بانا تمامتر عربی
اور فارسی سے ہے انکے لئے ناقابل فہم ہوتی گئی، آج اُنکے ہاتھ مین اگر تفسیر احمدی یا النظر فی
بعض مسائل الامام الغزالی دیدیجائے تو شاید اُسکی چند سطرین بھی وہ صحیح نہ پڑھ سکین، حالانکہ سرسید کا
طرز تحریر نہایت صاف، شُستہ اور سہل ہے،

جدید تعلیم نے ہماری زبان مین جو مایۂ ناز افراد پیدا کئے وہ وہی تھے جنکو کم و بیش اپنے مشرقی
علوم پر اطلاع تھی، سید محمود، سید علی بلگرامی، سید حسین بلگرامی یہ نام ہمارے ملک اور زبان کے لئے
معیار فخر ہین، لیکن یہ وہ لوگ ہین جو انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اپنے مشرقی علوم مین متبحر ہین، اُنسے
نیچے اُترکر مولوی عزیز مرزا، خواجہ غلام الثقلین مرحوم وامثالہم کے مغربی فضل و کمال کے چہرہ پر اصلی
آب و رنگ مشرقی علوم والسنہ کی واقفیت کا تھا، اسوقت بھی جو لوگ موجود ہین اور جنکو ہم جدید تعلیم کا
بہترین نمونہ سمجھتے ہین وہ مشرقیات سے بے بہرہ نہین ہین،

یہ حالت کچھ مسلمانون کے ساتھ مخصوص نہین ہے، ہندوؤن کا بھی یہی حال ہے، دکن کے
ہندوؤن مین جدید تعلیم کے تخم نے جو قابل عظمت اشخاص پیدا کئے ہین اُن مین کوئی ایسا نہین ہے

جو سنسکرت سے بے بہرہ ہو، جسٹس راناڈے، مسٹر گوکھلے، ڈاکٹر بھنڈارکر، مسٹر تلک، مشرق و مغرب کے
پیوند نے انکے نخل کمال کو بار آور کیا ہے، بنگالیون کا بھی یہی حال ہے اور یہی انکی ملکی زبان کی ترقی کا
سبب ہے، البتّہ ہمارے صوبہ مین ہندو نوجوانون کی حالت مسلمان نوجوانون سے ممتاز نہین ہے،
ہمارے ہان بدقسمتی سے یہ حالت ہے کہ ہمارے انگریزی خوان دوست اردو اخبارات اور
تصنیفات کو ہاتھ تک لگانا جرم سمجھتے ہین، ترجمہ کے لئے انگریزی کی دو سطرین دیجئے تو یہ کہکر مغرورانہ
انداز سے کاغذ میز پر رکھدینگے کہ "بڑی مشکل ہے کہ اسکے لئے اُردو مین الفاظ نہین" - اردو مین الفاظ
نہین یا تمہاری نظر مین وسعت نہین، اصل یہ کہ کچھ تو اس تعلیم کا یہ اثر ہے کہ غور و فکر دقت بینی اور
نکتہ رسی کی قوت اُنسے مفقود ہو جاتی ہے، اور اسلئے علمی دلچسپی اور مذاق سلیم سے بے بہرہ رہتے ہین،
اور زیادہ تر یہ ہے کہ ایک مدت تک اجنبی زبان اور بیگانہ خیالات پڑھتے پڑھتے اور سُنتے
سُنتے اپنی مادری زبان سے قدرۃً اُنکو بُعد ہو جاتا ہے، چار جملے بھی غیر ضروری انگریزی الفاظ کے
آمیزش کے بغیر نہین لکھ سکتے بلکہ اپنی مادری زبان سے انکو ایک گونہ نفرت ہی ہے اور اُس مین
نوشت و خواند اپنے لئے عار سمجھتے ہین، جب تک یہ حالت قائم ہے زبان کی ترقی کی تمامتر کوشش بےسود ہے،
لکھنؤ کے تاریخی افسانے اور دلّی کے مذہبی چٹکلے ممکن ہے کہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہو جاتے ہون
لیکن مستند متین اور "صالح لٹریچر" کی ملک مین مطلق مانگ نہین ہے، اسلئے وہ پیدا بھی نہین ہو سکتے،
قدرت صرف اسی چیز کو پیدا کرتی ہے جسکی طلب اور تلاش ہو، اگر مصنوعی طریقہ سے ایسی چیزین پیدا
بھی ہونگی تو زندہ نہ رہینگی، چنانچہ کلکتہ کے اردو کالج (۱۸۰۱ء) سے جو کتابین نکلین، چند کہانیون کو چھوڑکر
جنکا نام شاید تم نے سنا ہو، اسکی کسی علمی اور مفید تصنیف کا نام تمنے سنا ہے؟ حالانکہ اُردو زبان کی سب سے
پہلی قواعد کی کتاب صرف اُردو یہین لکھی گئی، اردو سوسائٹی دلّی (۱۸۴۳ء) کی تصنیفات تمہاری نظر سے
گذری ہین، حالانکہ علم الاقتصاد (پولیٹیکل اکانمی) کی پہلی کتاب اسی سوسائٹی کی طرف سے شایع ہوئی ہے

اردو سائنٹفک سوسائٹی علی گڈھ کا نام سرسید کے تعلق سے زبانون پر آتا ہو، لیکن اُسکی چالیس مفید مطبوعات علی کے نام تمکو معلوم ہین، اور تمہارے کتبخانہ مین اسکا سلسلہ موجود ہے، حالانکہ زراعت و علم البرق اور دیگر علوم طبعی و تاریخی کے جدید الضرب سکے پہلے اسی ٹکسال مین ڈھلے، انجمن پنجاب تو تمہارے ہوش مین قائم ہوئی ہوگی، ۱۸۸۵ء مین جدید علم النفس پر اردو مین سب سے پہلے وہین سے ایک مستقل تصنیف ترجمہ ہوکر شایع ہوئی، تم جانتے ہو،

اسوقت ملک مین جو اخبارات اور رسائل نکل رہے ہین اُنکے خریدارون کا جائزہ لیجئے تو معلوم ہوجاے کہ ان مین انگریزی تعلیم یافتون کا کتنا کم عنصر شامل ہے، اور پھر ہمارا مغرور صوبہ تو اس دوڑ مین سب سے پیچھے ہے، تعجب ہوگا کہ تقریباً ہندوستان کے ہر اُردو اخبار اور رسالہ کی خریداری وہان زیادہ نہین ہے جہان وہ زبان بولی جاتی ہے، بلکہ وہان ہے جہان ابھی لوگ اسکو سمجھ رہے ہین، زیادہ تر خریدار کہان سے ہاتھ آئینگے، متوسط، مدراس، حیدرآباد، گجرات، سندھ اور رنگون وغیرہ سے اسکا سبب صرف یہ ہے کہ ان ممالک کے مسلمانون مین ابتک انگریزی تعلیم عام نہین ہوئی ہے اور ابھی تک ذریعہ علم و اطلاع وہان اُردو ہی ہے،

مصر مین ہندوستان سے عام تعلیم نسبتہً کم ہے، لیکن چونکہ تعلیم کی زبان عربی ہے، اسلیے وہان کا جدید عربی لٹریچر ہمارے ہان سے زیادہ وقیع اور بہتر پیدا ہوگیا، حیدرآباد مین اردو یونیورسٹی قائم ہورہی ہے، اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہان چندروز مین اردو زبان علمی تصنیفات سے مالامال ہوجائے، چنانچہ ابھی سے وہان ایسے صیغے قائم ہورہے ہین جو انگریزی خیالات اور مغربی علوم کو اپنی زبان مین منتقل کرسکین، اور اُردو ذریعہ تعلیم ہونیکے باعث یہ کتابین تمام ملک مین پھیل جائنگی اسکا قیاس صرف ایک واقعہ سے کرسکتے ہو، شعر العجم جسکی نسبت مین نے پہلے کہا ہے کہ اسکے ۵۰۰ نسخے پانچ ہی برس مین نکلے، دو برس سے اسکی کچھ جلدین لاہور کے مشرقی صیغہ نے

اپنے نصاب مین داخل کرلی ہین، نتیجہ یہ ہوا ہی کہ شعر العجم کا ایک ایک نسخہ اشرفی کے مول بک رہا ہے، اور اُسکے طبع ثانی کا جگہ جگہ انتظام ہورہا ہے،

تم کہ سکتے ہو کہ اردو زبان کی بیسیون تاریخی اور مذہبی کتابین گھر گھر پھیلی ہین اور ہمیشہ لوگ انکو خریدتے اور پڑھتے ہین، لیکن ہم عرض کرینگے کہ یہ علم پرستی کا نتیجہ نہین بلکہ ہماری سلف پرستی اور مذہب پرستی کا نتیجہ ہے،

نیست در دائرہ یک نقطہ خلاف از کم و بیش   کہ من این مسئلہ بے چون و چرا می بینم

پروفیسر براؤن نے ہماری زبان کی ترقی کے لئے جو خاکہ تیار کیا ہے اسمین لغات و محاورات اردو کی جگہ سب سے پہلے ہے، اولاً اسی پر غور کرو، ابتداءً جب اہل یورپ ہندوستان آئے توانکو اردو سیکھنے کی ضرورت پیش آئی، اسلئے اُردو کے قواعد و محاورات پر بہت سی کتابین پیدا ہوگئین، گورنمنٹ نے ابتدائی درجون مین اُردو کو داخل کیا، اسکی بدولت ہر سال قواعد اردو کے متعدد رسالے پیدا ہوتے رہتے ہین، چنانچہ ان کثیر التعداد رسائل کو چھوڑکر جو اہل یورپ نے اپنی ضرورت سے مختلف زبانون مین لکھے، نیز ان بیسیون رسالون سے قطع نظر کرکے جو اسکول کے بچون کے لئے لکھی گئین، قواعد کی حسب ذیل کتابین ہماری زبان مین موجود ہین،

(۱) صرف اُردو، شیدا، سنہ ۱۸۰۱ء (۲) دریاے لطافت سید انشار سنہ ۱۸۰۲ء

(۳) رسالہ صرف و نحو مولوی احمد علی دہلوی سنہ ۱۸۴۵ء (۴) رسالہ صرف و نحو مولوی صہبائی دہلوی سنہ ۱۸۴۹ء

(۵) 〃 مولوی احمد حسن الہ آبادی، سنہ ۱۸۵۹ء (۶) 〃 سید احمد خان دہلوی، سنہ ۱۸

(۷) قواعد اردو مرزا نثار علی بیگ مدرس اول آگرہ کالج، سنہ ۱۸۶۱ء

اسکے بعد اردو زبان کی طرف سے انگریزون کو بے اعتنائی ہوئی، اور دفعتہً اُسکی ترقی رک گئی پھر اسوقت تک اسکی طرف توجہ نہوئی، جب تک انجمن ترقی اردو کا وجود نہوا، انجمن کی کوشش سے

قواعد اردو پر دو نہایت عمدہ کتابین تالیف پائین،

(۱) مصباح القواعد منشی فتح محمد صاحب جالندھری، سنہ ۱۹۰۴ء

(۲) قواعد اردو مولوی عبدالحق صاحب، سنہ ۱۹۱۴ء

مصباح القواعد مین استقصاے جزئیات کا خیال زیادہ کیا گیا ہے، اور قواعد اردو مین وضع کلیات اور تحقیق و تعمیق کا پہلو زیادہ مدنظر ہے،

محاورات اور لغات کو لیجیے، انکا بھی یہی حال ہے،

شمس البیان فی مصطلحات ہندوستان، مرزا خان طپش، سنہ ۱۲۰۳ھ

دریاے لطافت سید انشا سنہ ۱۲۲۲ھ

کلید سخن سید محمد حسین، سنہ ۱۹۰۲ء

خزائن الامثال، شمس الدین فیض، سنہ ۱۲۸۲ء

فرہنگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی، سنہ ۱۸۹۱ء

دستور الشعراء خواجہ محمد اشرف لکھنوی سنہ ۱۸۸۹ء

مخزن الاسرار، نیاز علی بیگ، سنہ ۱۲۸۳ھ

رسالۂ زباندانی چرنجی لال سنہ ۱۸۸۴ء

مخزن المحاورات، منشی رجولال سنہ ۱۸۹۹ء

محاورات اردو، محبوب بیگ عاشق لکھنوی سنہ ۱۸

گنجینۂ زبان اُردو جلال لکھنوی، سنہ ۱۲۹۷ھ

سرمایۂ زبان اُردو 〃 سنہ ۱۳۰۴ھ

امیر اللغات امیر لکھنوی، (ناقص) سنہ ۱۸۹۱ء

دو پیکر (تذکیر و تانیث) ظہیر الدین خان، سنہ ۱۹۰۲ء

رسالۂ تذکیر و تانیث، مولوی شہید الدین صاحب بناری، سنہ ۱۹

تذکیر و تانیث، حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری سنہ ۱۳۲۶ھ

فرہنگ آصفیہ ہماری زبان کا سب سے بڑا لغت ہے، لیکن وہ ایک انگریز کا نتیجہ خیالات ہے، اور حیدر آباد کی علمی قدردانی کا پرتو ہے، امیر اللغات اس سے بہتر لکھی جانیوالی تھی، لیکن وہ ناقدردان رفیقون کے ہاتھ مین گرفتار ہے،

اگر ترتیب جدید کا سوال چھوڑ دیجئے تو عربی و فارسی کے لغات بھی اردو مین موجود ہین، کئی زبانون کے مشترک ضخیم لغت بھی لکھے گئے ہین، میڈیکل اور قانونی ڈکشنری بھی اردو مین موجود ہے، جدید علوم و فنون پر اردو مین اُسکی بیچارگی اور کس مپرسی پر نظر رکھکر کم کتابین نہین لکھی گئین ہین، تقریباً ہر فن پر ایک دو کتابین اُردو مین موجود ہین، لیکن وہ پردۂ گمنامی مین چھپکر رہ گئی ہین، ہم نے ان مین سے کچھ کتابون کی فہرست" اسلامی ہندوستان کے عہد آخر"[۵] مین دی تھی، بقیہ کتابین جو غدر کے بعد لکھی گئی ہین، اُنکی فہرست بھی زیر نظر و تلاش ہے،

اس تمام یاوہ گوئی اور درازنفسی سے مقصود یہ ہے کہ اردو زبان کی حقیقی ترقی اسوقت تک ناممکن ہے جب تک حکومت اپنے نظام تعلیمی مین تغیر نکرے، یا ہم اپنی مادری زبان کی پرستش کی وہ مثال نہ پیش کرین جو سرزمین بنگالہ کے جادوگر اور مہاراشٹر کے سورما اپنی اپنی زبانون کے متعلق پیش کر رہے ہین،

اگر یہ دونون صورتین ممکن نہین تو پروفیسر براؤن کے اس حکم کی ہم کیونکر تعمیل کر سکتے ہین، کہ اُردو فارسی اور عربی کی لاکھون جلدین "لغات المبتدی" کی حیثیت سے مرتب کیجائین اور اس کثرت سے شایع کیجائین کہ بچہ بچہ کے ہاتھون مین نظر آئین

[۵] تو اے کتو بربام حرم چہ می دانی　　تپیدن دلِ مرغانِ رشتہ بر پا را

تحریفات یہود

از

مولانا عبدالسّلام ندوی

اگر ہمارے مفسرین، مفسر ہونیکے ساتھ مورخ بھی ہوتے تو مذاہب قدیمہ کی تاریخ کے بڑے بڑے رازہاے سربستہ کھُل جاتے،

قدیم مذاہب مین سب سے بڑا تاریخی مذہب، یہودیون کا مذہب ہے، دنیا مین اس مذہب نے بڑے بڑے سیاسی انقلاب پیدا کئے ہین، اور خود بھی بڑے بڑے سیاسی انقلاب دیکھے ہین، اس مذہب کے پیرو ابتدا ہی سے دنیا کے ہر حصہ مین پھیلے، اور ابتک تمام ممالک مین تقریباً انکی آبادی موجود ہے، یہ ناممکن تھا کہ ایسی سریع الانفعال قوم جو خود حضرت موسٰی علیہ السّلام کے زمانہ مین ہر وقت بدلتی رہتی تھی، ان مختلف ممالک کے تمدن، حکومت، مذہب، اور آب وہواسے متاثر نہوتی، اور یہ اثر انکی مذہبی تاریخ سے نمایان نہوتا، لیکن کیا ہماری قدیم تفسیرون مین انکے اس مذہبی انقلاب کی تاریخ مل سکتی ہے؟

قرآن مجید مین سب سے زیادہ جامعیت، وسعت، اور تفصیل کے ساتھ اسی قوم کا قصہ بیان کیا گیا ہے اسلیے اگر ہمارے مفسرین کو یہودیون کے ہر دور کی تاریخ کا علم ہوتا، اور وہ اسکے ساتھ قرآن مجید کی تصریحات کو تطبیق دیتے تو قرآن مجید کی تاریخی صحت کا ایک نہایت عمدہ ثبوت بہم پہنچتا، لیکن ابتک ہمارے مفسرین کے نزدیک یہی عقدہ حل نہین ہوا کہ قرآن مجید مین جن یہودیون کے حالات مذکور ہین وہ کس زمانہ کے یہودی ہین؟

اسوقت ہمکو یہود کی پوری مذہبی، قومی، اور سیاسی تاریخ سے بحث نہین ہے، سردست موضوع بحث

یہودیون کا وہ خیانت آمیز طرز عمل ہے جو اُنھون نے ایک قدیم آسمانی کتاب کے متعلق اختیار کیا ہے، قرآن مجید نے اس افسوسناک داستان کو بار بار دہرایا ہے،

فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم	پس تف ہی اُن لوگون پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہین
ثم یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ	پھر کہتے ہین کہ یہ خدا کے پاس سے آئی ہے اور اُسکا مقصد
ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم	یہ ہو کہ اسکے ذریعہ سے تھوڑا سا مالی فائدہ حاصل کرین
وویل لھم مما یکسبون	پس تف ہی اُن پر اُن چیزون کی بنا پر جو اُنھون نے لکھین، اور تف ہے اُنکی کمائی پر،
من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ	بعض یہودی کلمات کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہین،

لیکن اگر ہمارے مفسرین سے اُن آیات واحکام کی نسبت سوال کیا جاے جنپر یہودیون نے دست تطاول دراز کیا ہے، تو اُسکا مختصر جواب یہ ملیگا کہ یہودیون نے رسول اللہ صلعم کے اوصاف علامات، اور آپکی نبوت کی بشارت کو چھپا دیا، اور احکام رجم مین توراۃ کے خلاف ایک نہایت غیر عادلانہ تفریق وامتیاز قائم کی، انکے سوا وہ اور مثالون کے پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ ہونگے لیکن یہودیون کی مذہبی تاریخ، انکی عالمگیر آبادی کی طرح نہایت وسیع ہے، یہودیون نے بابل مین، شام مین، فلسطین مین، مصر مین غرض تمام متمدن ممالک مین کہین ظالمانہ اور کہین مظلومانہ زندگی بسر کی ہی، اور اختلاف ملک، اختلاف سلطنت، اور اختلاف تمدن کا اثر انکے مذہب پر نہایت شدت کے ساتھ پڑا ہے، جن ذاتی اغراض کی بنا پر اُنھون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو چھپا دیا تھا اور احکام رجم مین غیر مساویانہ تفریق قائم کی تھی اسی قسم کے مصالح کی بنا پر اُنھون نے شریعت موسویہ مین اور بھی نہایت کثرت سے تغیرات کئے، قرآن مجید مین اُنکی تحریفات کا جو ذکر آیا ہے، اسمین کسی حکم کی تخصیص نہین کیگئی ہے اسلیے ہمکو بکثرت اس قسم کی مثالین جمع کرنی چاہئین جن سے قرآن مجید کی

صداقت اور بھی زیادہ واضح، مبرہن اور مدلّل ہوجاے،

یہود کے تمام مذہبی احکام وعقاید کا مجموعہ ایک کتاب ہے جسکا نام تلمود ہے، تلمود ایک عبرانی لفظ ہے، جسکے معنی تعلیم کے ہین، عربی زبان مین تلمیذ کا لفظ اس سے بہت کچھ ملتا جلتا ہوا ہے،

تلمود دو کتابون کا مجموعہ ہے "مشناۃ" اور "جمارہ"، جس طرح مسلمانون کے ہان مذہبی احکام کا ماخذ دو چیزین ہین "کتاب وسنت"، اسی طرح یہودیون کے یہان توراۃ کے علاوہ حضرت موسے علیہ السلام کی ذاتی ارشادات وہدایات ہین جو روایات کے ذریعہ سے مختلف کتابون مین جمع کی گیئن، لیکن ان روایات کا سب سے موثق مجموعہ مشناۃ تھا جسکو یہودا حناسی نے مرتب کیا تھا، مشناۃ کا لفظ عربی زبان کے لفظ سنت اور مثنیٰ دونون سے ملتا جلتا ہوا ہے، اور عبرانی زبان مین عربی حروف کے تغیر وتبدل کے جو قاعدے ہین (مثلاً سین کو شین کردیتا)، اسکے لحاظ سے وہ لفظاً ومعناً دونون الفاظ سے مناسبت رکھتا ہے، اگر وہ اور سنت دونون ایک ہی لفظ ہین تو لفظی ومعنوی مناسبت ظاہر ہے اور اگر یہ اور مثنی ایک چیز ہین تو لفظی مشابہت اور بھی نمایان ہوجاتی ہے، اور معنوی حیثیت سے بھی تورات کو کتاب اول اور اس مجموعہ کو کتاب ثانی کا لقب نہایت موزونیت کے ساتھ دیا جاسکتا ہے، جمارہ ان شروح، تفاسیر، اور زیادات کا مجموعہ ہے جو علماے یہود نے مختلف زمانون مین احکام واحادیث مین کئے ہین، اور چونکہ یہ تفسیرین مختلف زمانون مین مختلف ائمہ نے کی ہین، اسلئے ان مین باہم عظیم الشان اختلاف پایا جاتا ہے،

انھی دونون کتابون کے مجموعے کا نام تلمود ہے، اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانچسو سال بعد یعنی ظہور اسلام سے ایک صدی پیشتر مکمل ہوا، لیکن یہ کتاب بھی اسلامی فقہ کی طرح یہودیون کی کوئی متفقہ مذہبی کتاب نہین ہے، اگر اسلامی فقہ کی تاریخ مرتب کیجاے تو اُنکے اختلافی مسائل واحکام کے تمام علل واسباب مین ایک بڑا سبب ملک وقوم کا اختلاف قرار

پائیگا، یہودیون کے نزدیک یہی حال تلمود کے اختلاف کا بھی ہے، علماے یہود ایک طرف تو دنیا کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے تھے، اسلئے اُنکے خیالات مین توافق واتحاد ناممکن تھا، دوسری طرف اُنھون نے اورشلم اور بابل کو دو مختلف مرکز قرار دیا تھا، اسلئے زمانہ، وقت اور سلطنت کے اثر سے اُنکے عقاید واحکام مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا تھا، یہی وجہ ہے کہ تلمود اورشلمی اور تلمود بابلی مین ہر موقع پر اصولی اور جوہری اختلافات نظر آتے ہین،

تلمود کا یہ مجموعہ ایک مدت تک یہودیون کے علاوہ اور لوگون کی نگاہ سے بلکہ خود اکثر یہودیون کی نظر سے مخفی رہا، لیکن ۱۸۷۱ء اور ۱۸۸۹ء کے درمیان اسکو یورپ مین فرانس نے فرنچ ترجمہ کے ذریعہ سے عام طور پر روشناس کیا، اور یہی ترجمہ ہے جسکے ذریعہ سے یہودیون کی بہت سی تحریفات کا رازِ سربستہ فاش کیا جاسکتا ہے، تلمود مختلف قسم کے مسائل پر مشتمل ہے، اسمین عبادات کا حصہ بھی ہے معاملات کے مسائل بھی ہین، تعزیرات وحدود بھی ہین، فقہا ومفسرین کے اقوال بھی ہین قصص وحکایات بھی ہین، خرافات قدیمہ وافسانہ ہاے پارینہ بھی ہین، غرض وہ سب کچھ ہے جو اسکو مذہبی دائرہ سے نکال کر ایک ذلیل افسانہ کی کتاب بنا سکتا ہے، لیکن اسوقت ہمکو صرف اُسکے مذہبی احکام سے بحث ہے، جو تغیر وتبدل اور نسخ وتحریف کا محل ہوسکتے ہین،

تلمود مین جو قواعد واصول مذکور ہین، انکا بہت بڑا حصہ خود یہودی علما وفقہا کا خود ساختہ ہے توراۃ اور یہودیون کی قدیم مذہبی کتابون مین انکا بالکل پتہ نہین چلتا، بلکہ اُنکو ملک اور زمانہ کے مصالح کے لحاظ سے خود علما نے اُن سلطنتون سے جو اُن پر حکمرانی کرتی تھین، یا ان حکومتون سے جو اُنکے آس پاس قائم تھین نقل کرلیا ہے، اور مصالح وفواید کے مطابق اُن مین اور اپنی اصلی شریعت مین تطبیق دے لی ہے، اس لحاظ سے تلمود مذاہب قدیمہ وجدیدہ دونون کا ایک ایسا مجموعہ بنگیا ہے جسکے اندر سے ان دونون کی جھلک صاف طور پر نمایان ہوتی ہے، لیکن ان محدثات کی تعدید وتفصیل سے پہلے

ان واقعات وحوادث کو جو یہودیون پر گذرے، عموماً اور اس زمانہ کے حالات کو جسمین تلمود کی ترتیب وتدوین عمل مین آئی خصوصاً پیش نظر رکھنا چاہیئے، جن سے ثابت ہوگا کہ یہ تغیر وتبدل جو کچھ ہوا وہ قدرتی اور ناگزیر اسباب کا نتیجہ تھا،

یہود اگرچہ بخت نصر ہی کے زمانے مین بے خان ومان ہو کر تمام دنیا مین منتشر ہوگئے تھے، لیکن جس زمانہ مین رومیون نے ایشیا، فلسطین، اور مصر کو فتح کیا، اسکے بعد اُنکی جمعیت کا شیرازہ اور بھی پراگندہ ہوگیا، اور اُنھون نے دنیا کے مختلف حصون مین جا کر اقامت اختیار کر لی، ایک گروہ نے مصر مین شہر ہیلیوپولس کے اطراف مین ڈیرے ڈالے، ایک گروہ بخت نصر ہی کے زمانہ مین گرفتار ہو کر آیا اور کلدانی شہرون مین آباد ہوگیا، کچھ لوگ باوجود رومیون کے مظالم کے اپنے وطن فلسطین ہی مین رہ گئے، جو یہود کلدانی ممالک مین اقامت گزین تھے، انکا سردار ایک خلیفہ تھا جو حضرت داؤدؑ سے انتساب وتعلق رکھتا تھا، یہی شخص مصلحت وقت اور حالات زمانہ کے موافق اُنکے لئے شرعی احکام نافذ کرتا تھا،

جو لوگ فلسطین مین مقیم تھے انکا مذہبی پیشوا ایک بطریق تھا جو شاہانہ شان وشوکت کے ساتھ اُن پر مذہبی حکومت کرتا تھا، اُس نے بہت سے عہدہ دار مقرر کئے تھے جو مالگذاری وصول کرتے تھے، اور دوسرے فرائض سلطنت کو انجام دیتے تھے، وہ اپنے زیر اثر ممالک مین وفد اور فرمان بھیجتا رہتا تھا اور تمام لوگ اُنکے سامنے اپنی گردن جھکا دیتے تھے،

چونکہ ابتک یہودیون کی کافی تعداد دنیا کے ہر حصہ مین موجود تھی، اور اُنھون نے اپنی قوت دولت، اور عصبیت کا سرمایہ محفوظ رکھا تھا، اسلئے اُنھون نے ایکبار پھر متفقہ طاقت کے ساتھ اپنی بگڑی ہوئی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہا، اسلئے اپنے دشمن رومیون پر ایک متحدہ حملہ کیا، جس مین بدقسمتی سے اُنکو ذلت آمیز شکست نصیب ہوئی، اب رومیون نے محسوس کیا کہ یہودی عصبیت وطاقت کا یہ

تحفظ جس نے یہ جنگ برپا کرائی، اُنکی سیاسی خود مختاری کا نتیجہ تھا، اسلئے اُنھون نے انکے تمام سیاسی اختیارات سلب کرکے اُنکو بالکل دست شل بنا دیا، لیکن باایں ہمہ رومیون نے اُنکے مذہبی عقاید واعمال مین کسی قسم کی دست اندازی نہین کی، بلکہ اُنکو تمام معاملات مین اپنی قدیم شریعت پر عمل کرنے کی آزادی عطا کی، تاہم رومیون کا یہ اختلاط بالکل بے اثر نہین رہ سکتا تھا،

یہود کے پیشوایان مذہبی نے جب دیکھا کہ ہمارے تمام معاملات اب رومیون، اور رومیون کیطرح قرب وجوار کی فاتحانہ طاقتون کے ساتھ وابستہ ہوگئے ہین، تو انھون نے اپنے شرعی احکام کو اُن قومون کے احکام وقوانین پر منطبق کرنا چاہا، چنانچہ یہود کے بہترین دماغ یعنی پیشوایان مذہبی نے کافی اختیارات اور کامل آزادی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی، اور خصوصیت کے ساتھ غیر قومون کے وہی احکام انتخاب کئے جو اُنکے لئے سب سے زیادہ مفید اور بہتر ہو سکتے تھے، حسن اتفاق سے انکی قوت فیصلہ کے لئے ایک بہترین میدان بھی ہاتھ آگیا تھا، یعنی انکے انتخاب سے پہلے رومی کلدانی اور مصری قانون نے علمی حیثیت سے عظیم الشان ترقی کر لی تھی، اور اسمین بکثرت کتابین تصنیف ہو چکی تھین، ان پیشوایان مذہبی نے اس مجموعہ کو سامنے رکھ لیا، اور اُنکے ذریعہ سے بہت سے مفید احکام انتخاب کرکے اپنی قدیم مذہبی کتاب مشناۃ مین داخل کر لئے اور اس اضافہ کا نام جیمارہ، یعنی تلمود بابلی اور تلمود اورشلیمی کی شرح رکھا، اس حسن انتخاب کے ذریعہ سے اُنکی قدیم شریعت مین جن مبتدعانہ احکام کا اضافہ ہوا اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) یونانیون کے یہان عورتون کا درجہ نہایت پست قائم کیا گیا تھا، انکے نزدیک مرد عورت کے فرمانروائے مطلق تھے، نکاح کے بعد عورت کی تمام جائداد مرد کی ملکیت مین آجاتی تھی، مرد عورت کا وارث ہوتا تھا، لیکن عورت کو مرد کے ترکہ مین سے وراثت نہین ملتی تھی، اُسکے بخلاف مصر مین مرد اور عورت کے حقوق بالکل مساویانہ حیثیت رکھتے تھے، البتہ مصریون کے یہان

نکاح کی ایک آسان ترین صورت بھی جسکو انکی اصطلاح مین کتوبہ کہتے تھے اس نکاح مین اگر عورت باکرہ ہو تو دو سو درہم، اور ثیبہ ہو تو سو درہم مہر اور نفقہ ادا کرنا ہوتا تھا، نکاح کا یہ سب سے کم مالی معاوضہ تھا اور اس رقم کے ادا کرنیکی مدت بھی نہایت وسیع تھی، شوہر بوقت نکاح یا بوقت طلاق، یا العلقات زناشوئی کے قیام کے تمام زمانے مین کسی وقت اس رقم کو ادا کر سکتا تھا،

یہود کے پیشوایان مذہبی نے ان احکام مختلفہ پر نظر ڈالی تو انکو مصریون کے نکاح کی یہ آسان ترین صورت سب سے زیادہ پسند آئی اسلیئے انھون نے اُسکو اپنی شریعت مین داخل کر لیا، لیکن مرد اور عورت کے دوسرے حقوق مین انکو مصریون کا قانون سخت اور غیر مفید نظر آیا، اسلیئے انھون نے اس مسئلہ مین یونانیون کی تقلید کی، اور جو درجہ اُنکے یہان عورتون کا تھا وہی اپنے یہان قائم کیا،

(۲) قدماے یونان کے نزدیک وراثت صرف اولاد ذکور کو ملتی تھی، لڑکیون کو صرف نفقہ اور بوقت نکاح مہر ملتا تھا، اور بقیہ حقوق سے وہ محروم تھین، یہودیون نے اس منفعت بخش قانون کو اپنے شریعت مین داخل کر لیا، لیکن اسکے ساتھ ایک اور مفید اضافہ یہ کیا کہ لڑکی کو نفقہ اور مہر صرف جائداد غیر منقولہ سے مل سکتا ہے، جائداد منقولہ اس بارے سے بالکل سبکدوش ہین، یونانیون کے قانون مین یہ قید نہین تھی، معلوم نہین کہ یہ اضافہ انھون نے کس قوم اور کس شریعت سے کیا،

(۳) ایک اور طریقہ سے احبار یہود نے تمام دنیا کی دولت کو اپنے دامن مین سمیٹنا چاہا، قدماے مصر کے یہان رہن کا ایک طریقہ یہ تھا کہ راہن اپنی جائداد غیر منقولہ کو رہن رکھدیتا تھا، اور اسکا تمام تر تعلق اُس جائداد سے ہوتا تھا، خود راہن پر اسکا کوئی اثر نہین پڑتا تھا، یعنی اگر جائداد مرہونہ زر رہن کی پوری قیمت ادا نہین کر سکتی تھی تو مرتہن کو غریب راہن کے غلام بنا لینے کا اختیار نہ تھا، یہودیون کو اس مفید قانون کا علم ہوا تو انھون نے توراۃ کی طرف رجوع کیا، توراۃ نے بعض حالات مین کل زر رہن کا ذمہ دار صرف جائداد کو قرار دیا ہے، اس سہارے کو پاکر احبار نے اس مصری قانون کو اپنی شریعت مین داخل کر لیا،

(۴) شریعت موسویہ کے مطابق سن سبتیہ کی ابتدا سے ہر قرضدار قرض سے سبکدوش ہو جاتا تھا اور قرضخواہ کا اُسپر کوئی حق مطالبہ باقی نہین رہتا تھا، لیکن امرا، اہل دول، اور متمول لوگون کی حالت کے لحاظ سے یہ مسئلہ نہایت سخت اور غیر موزون تھا حسن اتفاق سے علما، فقہا، اور حکام اسی گروہ مین داخل تھے، اسلیئے اُنھون نے اپنے مالی حقوق کے تحفظ کے لئے ایک عجیب وغریب شرعی حیلہ ایجاد کیا، یعنی علما کی ایک مجلس جسکو مجلس الشیوخ کہتے ہین قائم کی جو سن سبتیہ کی ابتدا سے پہلے قرضدار کے قرض کو لازمی کر دیتی تھی، اب یہ قرض تاریخ لزوم سے گویا جدید قرض ہو جاتا تھا، اور سن سبتیہ کا دوران اُسپر سے نہین ہونے پاتا تھا، یہ بالکل اسی قسم کا حیلہ ہے جیسا کہ ہمارے فقہا حولان حول سے پہلے زکوۃ کے متعلق کرتے ہین، اور اسکو ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے دوسرے کے ملک مین منتقل کر دیتے ہین،

(۵) انھون نے قرض کے متعلق ایک دوسرا حیلہ یہ ایجاد کیا کہ قرض اور قرضدار کی مدت زندگی کو ایک کر دیا یعنی قرضدار کی موت کے ساتھ بجز جائداد مرہونہ کے اُسکا تمام قرض ساقط ہو جاتا تھا اس بنا پر اگر کوئی شخص اولاد ذکور[۱] چھوڑ کے مرجاے اور اُسکی جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا کچھ حصہ رہن اور کچھ آزاد ہو تو قرضخواہ صرف جائداد مرہونہ سے اپنا قرض وصول کر سکتا تھا اور جائداد کا بقیہ حصہ بالکل محفوظ رہتا تھا،

رومیون، مصریون، اور یونانیون کی طرح احبار یہود نے کلدانیون سے بھی بہت کچھ اخذ کر کے تلمود مین اضافہ کیا، چنانچہ یہ مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی معاملہ مین تحریری شہادت دے تو پھر دوبارہ اسکے خلاف کوئی دعوی نہین کر سکتا، مثلاً ایک شخص نے اس استحقاق کی بنا پر کوئی جائداد فروخت کی کہ وہ اُسکی موروثی چیز ہے اور اسپر اپنے ہمسایون سے شہادت دلوائی تو دوبارہ وہ لوگ یہ دعوی نہین کر سکتے کہ بائع اس جائداد کا مستحق نہ تھا کیونکہ اُنکی شہادت اُنکے لئے حجت ہے، "کلدانیون ہی سے

[۱] اولاد ذکور کی قید اسلیئے ہے کہ اناث کو یہود کی شریعت مین کوئی حصہ نہین ملتا تھا

ماخوذ ہے، صرف اسی مسئلہ کی تخصیص نہین، شریعت یہود کے اکثر مسائل و احکام بہ نسبت دوسری قومون کے کلدانیون کی شریعت سے زیادہ مناسبت رکھتے ہین، یہود کی اس اثر پذیری یا مذہبی خودغرضی سے مختلف نتائج پیدا ہوئے،

(۱) دولت اور جائداد غیر منقولہ کا بہت بڑا حصہ صرف ایک جنس یعنی مردون کے ہاتھ مین آگیا

(۲) چونکہ یہودیون کا یہ امتیازی وصف قرار پاگیا تھا کہ وہ ہر شریعت اور ہر حکومت کے قالب مین ڈھلجاتے تھے، اسلئے اُنکو ہمیشہ ارکان حکومت و رؤسائے مذہب کی بارگاہ مین تقرب حاصل رہا اور اُنھون نے اس سے مختلف فایدے اُٹھائے، چنانچہ جو ممالک یورپ کے زیر اثر تھے اُن مین مدتون اُن کو یہ امتیازی حق حاصل رہا کہ وہ کسی قسم کا جرم کرین لیکن اُنکو کسی حالت مین سزائے موت نہین دیجاسکتی تھی،

(۳) چونکہ یہود کے تمام فقہی مسائل کا دار و مدار خودغرضی، ضرورت، اور مصلحت وقت پر تھا اسلئے تلمود مین جو احکام مذکور ہین، اُنکا دار و مدار کسی کلیہ، کسی اصول، اور کسی تشریعی رواج پر نہین ہے، اور اسلئے اُسکے قواعد و احکام مین کوئی مناسبت نہین پائی جاتی،

اب جبکہ اس تاریخی تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ یہود نے اپنی قدیم شریعت مین جو تغیر و تبدل کیا، اسکو کیونکر کیا، ؟ اور کیون کیا؟ اور اس سے کیا کیا فائدے اُٹھائے؟ تو قرآن مجید کی ان بُرا ز صداقت آیتون کی تلاوت ایکبار پھر کرلینی چاہیئے تاکہ معلوم ہوجاے کہ یہود قرآن، رسول اللہ اور مذہب اسلام کی مخالفت کن اسباب کی بنا پر کرتے تھے، اور مذہب اسلام اُنکے کن خصائص قومی کی بیخکنی کرنا چاہتا تھا، قرآن ہمکو صاف صاف بتاتا ہے کہ یہود نے اپنے مذہبی پیشواؤن کو خدا بنالیا تھا، وہ جس چیز کو چاہتے تھے حرام اور جس چیز کو چاہتے تھے حلال کردیتے تھے،

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله | ان لوگون نے خدا کے علاوہ اپنے احبار اور رہبان کو خدا بنالیا ہے

قرآن مجید ہمکو صاف صاف بتاتا ہے کہ یہ لوگ یہ تحریف جان بوجھ کر کرتے تھے،

افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منهم یسمعون کلام الله ثم یحرفونه من بعد ما عقلوه وهم یعلمون،

کیا تمکو یہ لالچ ہے کہ وہ تمہارے لئے ایمان لائین، حالانکہ ان مین ایک فریق خدا کے کلام کو سنتا تھا پھر سوچ سمجھکر اُس مین تحریف کرتا تھا اور اُسکو جانتا تھا،

قرآن مجید ہمکو صاف صاف بتاتا ہے کہ اس تحریف کا مقصد صرف کسب زر تھا،

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیهم ثم یقولون هذا من عند الله لیشتروا به ثمنا قلیلا فویل لهم مما کتبت ایدیهم وویل لهم مما یکسبون۔

پس تف ہے ان لوگون پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہین، پھر کہتے ہین کہ یہ خدا کے پاس سے ہے، تاکہ تھوڑا سا مالی معاوضہ حاصل کرین، پس تف ہی اُسپر جو کہ اُنھون نے لکھا اور تف اُسپر جو کہ اُنھون نے کمایا،

قرآن مجید ہمکو صاف صاف بتاتا ہے کہ اُنھون نے باوجود اس ذلت و مسکنت کے جو اُن پر نازل ہوئی تھی، دولت کا معقول سرمایہ اپنے پاس جمع کرلیا تھا،

یا ایها الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل الله والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم،

مسلمانو! بہت سے احبار اور رہبان لوگون کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہین اور خدا کی راہ سے روکتے ہین اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہین اور اُسکو خدا کی راہ مین صرف نہین کرتے، اُنکو دکھ دینے والے عذاب کی بشارت دو،

ان آیتون کو بار بار پڑھو، اور اُنکو اس تاریخی تفصیل پر منطبق کرو جو ابھی گذرچکی ہے، باہم اسقدر تطابق نظر آئیگا کہ دونون متن و شرح معلوم ہونگی۔

مباحث حاضرہ

صحافت یا جرنلزم

یعنی

اخبار نویسی

(۲)

از حاجی معین الدین ندوی رفیق دار المصنفین

مختلف النوع انگریزی اخبارات

انگلستان مین روزانہ سیاسی اخبارات کے بعد ایک طویل سلسلہ ہفتہ وار اخبارات اور ماہانہ رسائل کا نظر آتا ہے، جو اپنے ظاہری و معنوی حسن و خوبی، ضخامت اور کثرت اشاعت کے لحاظ سے تمام ترقی یافتہ ممالک مین حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین لندن کا ہفتہ وار اخبار کوبٹس ویکلی رجسٹر (Cobbets weekly Register) اسقدر ضخیم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے پانچ سات اخبارات بھی ملکر اسقدر حجم نہین پیدا کر سکتے، اس اخبار مین میکانکس (فن آلات سازی) کے متعلق نہایت دلچسپ مضامین شایع ہوتے ہین،

اسپکٹیٹر انگلستان کا سب سے زیادہ باا ثر اور معزز ہفتہ وار اخبار خیال کیا جاتا ہے، اس نے ۱۹۰۳ء مین آزادی تجارت (Free trade) کی حمایت مین نہایت پُرزور مضامین شایع کئے تھے، اور اصلاح نرخنامہ محصول (Tariff reform) کی شدید مخالفت کی تھی، تنقیدی مضامین کے لحاظ سے یہ اخبار تمام یورپ مین ایک خاص وزن رکھتا ہے، اُس کے مقابلہ مین **سٹرڈے ریویو** صرف تاریخی مضامین کے لئے مخصوص ہے، **اکیڈمی** علمی اور سائنٹفک مباحث کے لحاظ سے شہرت رکھتا ہے، لینسٹ اور برٹش میڈیکل جنرل مین طبی معلومات کا ذخیرہ ہوتا ہے، مالیات اور فن اقتصاد سے بحث کرنے والون مین فنانشل نیوز وغیرہ روزانہ اخبارات کے علاوہ اکونمسٹ (Economist) اور اسٹیٹسٹ (Statist) ہفتہ وار کو بھی مخصوص اہمیت حاصل ہے، **اسپورٹ** (ورزش) سے شوق رکھنے والون کے لئے اسپورٹنگ لائف اور اسپورٹس مین روزانہ اخبارات کے علاوہ "دی فیلڈ" ہفتہ وار اپنے مصور دامن مین نہایت دلچسپ سامان رکھتا ہے، **وینٹی فیر** (Vanity Fair) فنون لطیفہ کے لئے مشہور ہے، **نیر ایسٹ** مشرق قریب یعنی ممالک اسلامیہ کی سیاسی حالت کا نگران ہے، ٹروتھ اصلاح معاشرت کا حامی ہے، **رونڈ ٹیبل** انگلستان کی تمام نو آبادیون مین ایک عالمگیر اتحاد پیدا کرنا چاہتا ہے، دی چرچ ٹائمس اور کرسچین ورلڈ مذہبی گروہ کے ترجمان ہین، دی ریفری (The referee) ظریفانہ کارٹون، ڈراما، فسانے اور تھیٹریکل دلچسپیون کے لئے مشہور ہے، ٹٹ بٹس، سن، بلیک اینڈ وہائٹ، لائڈ نیوز آف دی ورلڈ وغیرہ عام تفریح طبع کا سامان بہم پہنچاتے ہین، ان اخبارات مین سے ہر ایک کی اشاعت اسقدر ہے کہ ہندوستان کا سب سے کثیر الاشاعت اخبار بھی انگلستان کے سب سے کم شایع ہونے والے اخبار کا مقابلہ نہین کر سکتا مثلاً صرف لائڈ اور نیوز آف دی ورلڈ کی اشاعت چودہ اور پندرہ لاکھ سے متجاوز ہے، کیا ہندوستان کے تمام اردو روزانہ، ہفتہ وار اخبارات اور ماہانہ رسائل اپنی مجموعی تعداد اشاعت سے بھی تنہا لائڈ یا نیوز آف دی ورلڈ کا مقابلہ کر سکتے ہین؟

انگلستان کی اخبار نویس عورتین

انگلستان مین صحافت یا اخبار نگاری کا شوق مردون سے گذر کر اُس صنف نازک تک پہنچگیا ہے، جسکا وظیفہ فطری ایشیائی نقطۂ نگاہ سے محض اہتمام خانہ داری اور تولید و تربیت اطفال ہے، لیکن جدید مغربی تمدن نسل انسانی کے دونون اصناف کو ایک ہی سطح پر دیکھنا چاہتا ہے، وہ عورتون اور مردون کے قوائے ذہنیہ مین کوئی فرق و امتیاز

محسوس نہین کرتا، اور دونون کو ہر میدان عمل مین یکسان اظہار کمال کا موقع دیتا ہی اس بنا پر اگر یورپ مین عورت ڈاکٹر، پروفیسر، صناع، تاجر اور ایک کامیاب بیرسٹر ہو سکتی ہے، یہانتک کہ اس عالمگیر جنگ کے موقع پر بری اور بحری سپاہیون کے دوش بدوش حیرت انگیز شجاعت و جانبازی کا اظہار کر سکتی ہے تو کوئی وجہ نہین ہے کہ میدان صحافت مین اُسکا اشہب قلم مردون سے پیچھے رہجائے، البتہ ہندوستان مین جہان صحیح معنون مین کوئی مرد بھی اخبار نگاری مین کامل نہین، وہان عورتون سے کیا توقع ہو سکتی ہے؟

صحافیات انگلستان مین مس ہریٹ مارٹنو (Harriet Martineau) کا نام اس لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہیگا کہ وہ پہلی عورت تھی جو لنڈن ڈیلی نیوز جیسے وقیع اخبار کی چیف ایڈیٹر مقرر ہوئی، مس فرانسس پاور کوب بھی ایک کامیاب اور مستعد صحافیہ گذری ہے، مس فلورا شا، یعنی لیڈی لوگارڈ وہ مشہور صحافیہ تھی، جس نے عرصہ تک لنڈن ٹائمس مین مبحث استعمار (colonial topics) پر خامہ فرسائی کی ہے، مسز کرافورڈ بھی ایک لائق ترین صحافیہ تھی جو لنڈن ڈیلی نیوز کی طرف سے پیرس مین نامہ نگاری کی خدمت انجام دیتی تھی،

لیکن سنہ ۱۸۶۶ء تک انگلستان مین مخصوص عورتون کے اخبارات کا وجود نہ تھا، سنہ ۱۸۶۱ء مین سب سے پہلے "دی کوئین" (The Queen) ہفتہ وار اخبار نے عالم وجود مین آکر لعبتان فرنگ کیلئے صحافت کا ایک نیا زیور بنا کر پیش کیا، اسکے بعد سنہ ۱۸۸۰ء مین لیڈیز پکٹوریل (Ladies Pictorial) سنہ ۱۸۸۵ء مین "دی لیڈی" سنہ ۱۸۸۹ء مین "وومن" (Woman) سنہ ۱۸۹۰ء مین جنٹل وومن (gentle woman) سنہ ۱۸۹۵ء مین ہوم، سنہ ۱۸۹۸ء مین لیڈیز فیلڈ (Ladies field) اور دوسرے متعدد صحائف نے صفحۂ ہستی پر جلوہ آرا ہو کر زنانہ اخبار نگاری کی ایک نئی دنیا قائم کر دی، ان ہفتہ وار اخبارات کے علاوہ انگلستان مین عورتون کے

مخصوص ماہانہ رسائل بھی بکثرت شائع ہوتے ہین، اور اُن مین سے انگلش وومن English woman، لیڈیز رلم (Ladies realm) دی وومن ایٹ ہوم (The woman at Home) خصوصیت سے قابل ذکر ہین، حیرت ہوتی ہے کہ ہندوستان مین جن نازک نازک انگلیون کو افشان چننا اور پان کی گلوریان اُٹھانا بھی بار ہے وہ یورپ کی سرزمین مین کس خوبی کے ساتھ مردون کے دوش بدوش دقیق سے دقیق ادبی، سیاسی اور فلسفیانہ مسائل پر نکتہ چینی کے جوہر دکھاتی ہین،

عورتون کے مخصوص اخبارات و رسائل مین عام مباحث کے علاوہ تربیت اطفال، حفظان صحت، لباس، فیشن، دستکاری، باورچی گری، اور تدبیر منزل کے عنوانات پر خصوصیت کے ساتھ بحث کیجاتی ہے، اس لحاظ سے یہ اخبارات نہ صرف خواتین فرنگ کے لئے عام معلومات کا ذخیرہ بہم پہنچاتے ہین، بلکہ درحقیقت ایک زندہ اتالیق کی طرح اہتمام خانہ داری مین بھی اُنکی رہبری کرتے ہین، زنانہ اخبار نگاری کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ اُس نے صنف نازک مین فسانہ نگاری، ڈرامانویسی، شاعری، اور تمام دوسرے علمی و عملی شعبون مین مردون سے مسابقت کا شوق پیدا کر دیا ہے، یہی وجہ ہی کہ مغربی دنیا جسقدر اپنے اہل کمال مردون پر فخر کرتی ہے، اُس سے زیادہ اپنی ہنرمند عورتون پر نازان ہے،

فرانس مین صحافت کا اثر،

انگلستان کی آزاد سرزمین سے رخصت ہو کر اب ہم **فرانس** کے خوبصورت ملک مین قدم رکھتے ہین، آزادی اور جمہوریت کالبد صحافت کی حقیقی روح ہے، چونکہ فرانس جمہوریت کا قدیم علمبردار ہے اسلئے ہمکو دیکھنا چاہیئے کہ یہان اخبار نگاری کا کیا درجہ ہے؟

اس مین شک نہین کہ انگلستان کے اخبارات اپنی کثرت اشاعت پر جسقدر چاہین فخر کرین لیکن آزادی، قوت اور اثر کے لحاظ سے فرانس کے اخبارات کو اُن پر بدرجہا فوقیت حاصل ہے، موسیو ایم اونیل (M. Avenel) اپنی ایک تصنیف مین فرنچ اخبارات کی قوت و اقتدار سے

بحث کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "انگلستان اور فرانس کی اخبار نگاری مین آسمان و زمین کا فرق ہے، انگلستان کے اخبارات صرف رائے عامہ پر اثر رکھتے ہین، لیکن فرنچ اخبارات کو عوام سے زیادہ حکومت اور پارلیمنٹ مین اقتدار حاصل ہے، بعض اوقات وہ ایسے معاملات کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتے ہین کہ جو یقیناً مطابع سے زیادہ قانون ساز جماعت یا محکمۂ عدالت سے تعلق رکھتے ہین، یہی وجہ ہے کہ فرانس مین اخبار نگاری نہایت اہم اور مشکل فن خیال کیا جاتا ہے، اور اقلیم صحافت پر زیادہ تر وہی اولو العزم قابض نظر آتے ہین جو سیاسی حوصلہ مندی کے ساتھ غیر معمولی ذہانت، فہم و ادراک کے مالک ہین، وہ قومی زندگی کے تمام شعبون مین حکمران جماعت اور عوام کی رہنمائی کرتے ہین، اور پارلیمنٹ اور مجلس وزرا کی کارروائیون پر ہمیشہ ایک دشمن کی طرح نظر رکھتے ہین،

فرانس کی تاریخ صحافت سترہوین صدی سے شروع ہوتی ہے، گزٹ ڈی فرانس (Gazette de France) سب سے پہلا اخبار تھا جو سنہ ۱۶۳۱ء مین شائع ہوا، اسکے بعد گذشتہ قابل ذکر اخبارات مین مرکرڈی فرانس (Mercure de France) کا نام آتا ہے، جس نے سب سے پہلے فرنچ اخبار نگاری مین ایک نئی روح پیدا کرکے سرزمین فرانس مین موجودہ آزادی و جمہوریت کی تخم ریزی کی، سنہ ۱۶۷۲ء مین اس اخبار کی بنیاد رکھی گئی، اور فرانس کے قابل ترین ارباب علم و فضل نے اسکی ادارت مین حصہ لیا، موسیو مارمنٹل، موسیو شیمفرٹ، اور موسیو لاہارپ، مدیر ادبیات تھے، اور بزرگ ترین ماہر سیاسیات موسیو مالٹ (Mallet) سیاسیات کے محرر خصوصی تھے، ان قابل ہاتھون نے مرکرڈی فرانس کو اسطرح چمکا دیا کہ تھوڑے ہی دنون مین اسکی اشاعت تیرہ ہزار سے متجاوز ہوگئی، اور اسمین بعض ایسے زبردست سلسلہ مضامین شائع کئے گئے کہ آج بھی ادب و سیاست کی روح خیال کئے جاتے ہین، سنہ ۱۷۸۹ء مین اس اخبار نے "اظہار حقوق عباد" کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شائع کرکے فرانس مین انقلاب کی ایک ایسی آگ بھڑکا دی جس نے صدیون احرار و مستبدین کو باہم دست و گریبان رکھا، لیکن سنہ ۱۷۹۱ء مین

خود اسکے عملۂ ادارت کے تبدل و تغیر نے اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا،

"مرکرڈی فرانس" کے بعد "مانیٹر یونیورسل" (عالم اصغر) نے آئینی حکومت قائم کرنے کا بیڑا اُٹھایا، لیکن تھوڑے ہی دنون کے بعد اُسکی زندگی کے دن بھی پورے ہوگئے، تو ضرورت ہوئی کہ فرنچ قوم کی آزادی کے لئے "مرکر" مرکر پھر عالم ارواح سے دنیا مین آئے، چنانچہ وہ "مرکر فرانسیس" اور "لے مرکر دی فرانس" نام بدل بدل کر بارہا عالم وجود مین آیا اور فنا ہوا، یہانتک کہ سنہ ۱۸۵۳ء مین دست استبداد نے آخری اور قطعی طور پر اُسکا گلا گھونٹ دیا،

فرانس کی تاریخ انقلاب و حریت مین "جرنل ڈی پیرس" (Journal de Paris) کا نام بھی خصوصیت سے قابل لحاظ ہے جو فرانس کی جماعت احرار کا سب سے پہلا روزانہ اخبار تھا، اور سنہ ۱۷۹۲ء مین اسکی اشاعت بیس (۲۰) ہزار سے متجاوز ہوگئی تھی، اس سلسلہ مین اخبار "نوویلس آلامین" Nouvelles a la main کی خدمات بھی فراموش نہین ہوسکتے جسکے مضامین کتابون کی صورت مین بکثرت فروخت ہوتے ہین، اور انکا مطالعہ اب بھی احرار فرانس کے نشۂ حریت کو تیز کر دیتا ہے،

سنہ ۱۸۱۵ء مین روزانہ مشہور اخبار کنسٹیٹیوشنل (آئینی) کی بنیاد رکھی گئی، گو اسکی قیمت بہت زیادہ یعنی ۸۰ فرانک تھی تاہم اسکی تعداد اشاعت ۲۳۰۰۰ تک پہنچ گئی، غرض رفتہ رفتہ آزاد اخبارات کا دائرہ اثر بڑھتا گیا یہانتک کہ سنہ ۱۸۲۴ء مین پیرس کے صرف روزانہ اخبارات کی تعداد جو ڈاک کے ذریعہ سے باہر بھیجے جاتے تھے ۳۱۳۳۰ تھی، اور خاص دار الحکومت مین جو فروخت ہوتے تھے وہ اسکے علاوہ تھے اسکے مقابلہ مین شاہی خاندان کے طرفدارون کی مجموعی تعداد اشاعت صرف ۴۴۳۴۴ تھی، ارباب حکومت کو احرار کی اس روز افزون طاقت سے نہایت تردد لاحق ہوا، وزارت کے مخفی جلسون مین بارہا اسپر غور کیا گیا، اور آزادی کے روک تھام کی تدبیرین ایجاد کی گئین، لیکن اُبھرنے والی طاقتین دب کر نہین رہ سکتی تہین، فرانس کی آزاد اخبار نگاری کا اثر غیر معمولی سرعت کے ساتھ بڑھتا گیا یہانتک کہ سنہ ۱۸۳۶ء مین

لے سیسل (le siecle) کی بنیاد رکھی گئی تو پہلے ہی دن اسکے دس ہزار پرچے فروخت ہو گئے اور چند سال گذرتے گذرتے اُسکی اشاعت ۳۸۰۰۰ تک پہنچگئی، یہ نہایت ارزان اخبار تھا، اس اصول پر "لاپریس" "جرنل ڈیس ڈیبیٹ" "ایل ایکو" "لے کنسٹیٹیوشنل" اور دوسرے بہت سے اخبارات نکل آے، یہانتک کہ ۱۸۳۶ء لوئس فلپ کے عہد مین سرکاری طور پر حساب لگایا گیا تو اس سال اخبارات نے ۹۷ ملین ٹکٹ استعمال کئے اور اُنکی مجموعی تعداد اشاعت کئی لاکھ تک پہنچگئی،

۱۸۴۸ء مین انقلاب حکومت کے بعد فرانس مین دفعۃً اخبارات کا ایک سیلاب اُمنڈ آیا اور تعداد اشاعت کے لحاظ سے بھی غیر معمولی ترقی ہوئی، اکثر اخبارات ڈیڑھ اور دو لاکھ سے زیادہ شایع ہونے لگے، یہ رفتار نہایت تیزی کے ساتھ بڑہتی گئی، ۱۸۸۲ء کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہی کہ اس زمانہ مین فرانس کے تمام اخبارات کی مجموعی تعداد ۲۲۰۰ تھی جنمین سے ۱۱۴۱ سیاسی، ۷۱ مذہبی، ۱۰۴ قانونی، ۱۵۳ مالی و اقتصادی، ۹۸ طبی اور علمی، ۴۳ صناعی، اور بقیہ علم ادب، مصوری اور تربیت و تعلیم کے متعلق تھے، تعداد اشاعت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ فرانس کے ۳۵ بڑے شہرون مین جنکی مجموعی آبادی ۲۵۶۶۰۰۰ تھی، اخبارات کی ہفتہ وار اشاعت ۲۰۰۰۰۰ تھی، اس زمانہ مین سب سے کثیر الاشاعت پیرس کا روزانہ اخبار "لے پیٹٹ جرنل" (Le Petit Journal) تھا جو روزانہ چھ لاکھ پچاس ہزار شایع ہوجاتا تھا،

۱۸۸۱ء سے فرنچ اخبار نگاری کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے، اُسوقت تک زیادہ تر ملکی اصلاحات اور باہمی فرقہ بندیون پر زور قلم صرف ہوتا تھا، لیکن اب بین الاقوامی تعلقات اور بیرونی طرز عمل (فارن پالیسی) پر زیادہ بحث ہونے لگی، اخبارات نے حُسن ترتیب، تحریر و ادارت اور تعداد کے لحاظ سے بھی خاصی ترقی کی یہانتک کہ ۱۹۰۰ء کے اختتام پر تمام موقت الشیوع مطبوعات کی مجموعی تعداد ۲۴۰۰ تھی، اکثر اخبارات نے خبرون کی بہم رسانی کا انتظام بھی نہایت معقول کیا اور تقریباً تمام

دنیا مین اپنے نامہ نگار پھیلا دیئے،

موجودہ مشہور روزانہ اخبارون مین "لی ٹیمس"، "لی جرنل ڈیس ڈیبیٹ"، "لی فیگارو"، "لی پیٹیٹ" اور "لی ماٹین"، جمہوریت پسند گروہ کے ترجمان ہین، "ایل آرور" (L. Aroure) لا لینٹرن (La Lanterne) اور ایل ہیومنیٹ (L. Huminte) اشتراکیت کے حامی ہین، اور سنڈیکیٹ ڈیس میکنٹنٹس (Syndicat des mecontents) لا پاٹری (La Patrie) اور لا کوکرڈی (La Cocorde) قومی جماعت nationalists کے زبان حال ہین،

اس زمانہ مین فرانس کی اخبار نگاری انتہائی عروج پر ہے، اور اگر یہ کہا جاے کہ وہان تمام سیاہ و سفید رجال صحافت کے قبضۂ و اقتدار مین ہے تو اسمین ذرا بھی مبالغہ نہوگا، جمہوریہ فرانس کا پریسیڈنٹ عموماً وہی ہوسکتا ہے جو اخباری برادری مین شامل ہو یا کم سے کم وہ اسکو پسند کرتی ہو، نیز حکام کے لئے ازبس ضروری ہے کہ وہ اپنے طرز عمل سے اخبارات کو مطمئن رکھین ورنہ کسی اخبار نویس کی معمولی جنبش قلم اُنکو قعر ذلت مین گرا کر ہمیشہ کے لئے گمنام کرسکتی ہے، چند سال ہوے کہ اخبار "فگارو" کی صرف ایک تحریر نے فرانس کے وزیر مال کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور اُنکی لیڈی صاحبہ نے غیظ انتقام مین اخبار کے چیف ایڈیٹر کو پستول کا نشانہ بنا کر اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیا، فرانس مین اس قسم کے واقعات بکثرت پیش آتے ہین، یہی وجہ ہے کہ وہان ارباب حکومت اخبارات سے نہایت خائف رہتے ہین اور ہمیشہ پھونک پھونک کر قدم اُٹھاتے ہین،

جرمن اخبار نگاری

جرمنی مین اخبارات کی حالت انگلستان و فرانس سے بالکل مختلف ہی، یہان اخبارات کو نہ تو کثرت اشاعت پر ناز ہے اور نہ فرانس کی طرح ارباب حکومت پر غیر معمولی اقتدار حاصل ہے لیکن اسمین شک نہین کہ اُنھون نے صحافت کے حقیقی نصب العین کو سب سے زیادہ صحیح طریقہ پر انجام دیا ہے، موجودہ

عالمگیر جنگ مین جرمن قوم نے جس حیرت انگیز جوش، عزم، استقلال اور علوے ہمت کا ثبوت دیا ہی وہ یقیناً اخبارات کی ایک طویل تربیت و پرداخت کا نتیجہ ہے، اس بنا پر ہمکو بالاختصار جرمن اخبارنگاری کا بھی جائزہ لینا چاہیئے،

پہلے گذر چکا ہے کہ دورجدید کا سب سے پہلا اخبار گزیٹا (gazetta) سنہ ۱۵۳۶ء مین جرمنی کے افق سے طلوع ہوا تھا، لیکن درحقیقت جرمن قوم عروج و ترقی کے میدان مسابقت مین سب سے پیچھے داخل ہوئی، اور سب سے آگے نکل گئی، صحافت مین بھی یہ حقیقت خاص طور سے نمایان ہی، سترہوین صدی مین جرمنی کے پاس صرف چند اخبارات تھے، جنمین سے "فرنکفرٹر جرنل" اور "فرنکفرٹر پوسٹ زیٹنگ" کے نام خصوصیت سے لئے جاسکتے ہین، اٹھارہوین صدی کے ابتدا مین رسٹوکر زیٹنگ Rastocker Zeiting) اور ہمبرگ شائر کارسپانڈنٹ (Humburgischer Correspondent کی بنیاد رکھی گئی، یہ دونون جرمنی کے پہلے اخبارات تھے، جنھون نے بیرونی خبرون کے لئے بطور خود مخصوص نامہ نگارون کا انتظام کیا، اس زمانہ مین برلن کے دو اخبارات "واسش زیٹنگ" اور اسپنیرش زیٹنگ (Speneschezaiting) بھی خاص طور سے نمایان تھے، جنھون نے جرمن قوم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے مین بہت بڑا حصہ لیا، اٹھارہوین صدی کے آخر یعنی سنہ ۱۷۹۸ء مین جرمنی کے مشہور و معروف کتب فروش "کوٹا" (Cotta) نے لیپزیگ مین "الجمین زیٹنگ" Algemen Zeiting) کی بنیاد رکھی، جس نے درحقیقت جرمن اخبارنگاری مین انقلاب عظیم برپا کردیا، اور اسمین ایک نئی روح پیدا کردی، کوٹا کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس اخبار سے مدبرین اور ارباب فہم کو عوام کے اصلاح حال پر متوجہ کرے، اور مختلف جماعتون کے جوش رقابت کو ٹھنڈا کرکے ان مین توازن پیدا کردے، چنانچہ اُس نے اپنے لازوال عزم و استقلال سے نہایت کامیابی کے ساتھ اس مقصد کو پورا کیا، اور الجمین زیٹنگ نے اپنے سلسلۂ مضامین سے نہ صرف جرمنی بلکہ

آسٹریا کے شاہی دربار مین بھی ہلچل ڈالدی، کوٹا درحقیقت اس زمانہ کا لائق ترین صحافی تھا، بہت جلد اُسکی غیر معمولی لیاقت و استعداد کا شہرہ تمام یورپ مین پھیل گیا، اور اُس نے اپنے اخبار مین آنے والے مورخین کے لئے قابل اعتماد تاریخ کا نہایت کثیر سرمایہ فراہم کردیا،

جرمنی مین جب تک فرانسیسی اثر غالب رہا وہان کے اخبارات پیرس کے مطابع کی آواز بازگشت کے سامنے نہایت حقیر نظر آتے تھے، لیکن "آزادی کی جنگ" War of liberation کے شروع ہوتے ہی جرمنی کے افق پر نئے اخبارات کا ایک ٹڈی دل اُمنڈ آیا، اسی زمانہ مین "رہین شیلر مرکر" (The Rheinischer Mercur) جیسا طاقتور اخبار عالم وجود مین آیا جسکو نپولین نے "یورپ کی پانچوین طاقت" (Fifth power of Europe) کا خطاب دیا تھا، لیکن بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر پروشین گورنمنٹ کے اشارہ سے وان ہارڈنبرگ نے دو برس سے زیادہ اُسکو زندہ نہ رہنے دیا،

انیسوین صدی مین فرانسیسی اثر سے مخلصی پانیکے بعد جرمن قوم کو جن اخبارات نے ایک نئی اور پرحوصلہ زندگی پر اُبھارا اُن مین سے "ویسٹبوٹ" "ڈیوٹش ٹریبون" اور "بیرشیز واکسبلاٹ" کے نام خصوصیت کے ساتھ زندہ رہین گے، موخرالذکر اخبار سے پہلے جرمنی مین اسقدر آزاد لب و لہجہ کسی اخبار کا نہ تھا، اسی زمانہ مین "ڈیوٹش زیٹنگ" نے آزاد تجارت کے لئے پرزور صداے احتجاج بلند کی اور اعتدال پسند حزب الاحرار کی بنیاد رکھی، جرمنی کے شمالی حصہ مین اس اخبار کی بہت بڑی اشاعت تھی، اسی طرح "دارف زیٹنگ" (Darf Zeiting) کو یہ خاص امتیاز حاصل ہی کہ اُس نے جرمن قوم اور مطابع مین سیاست کا صحیح مذاق پیدا کردیا،

سنہ ۱۸۴۸ء مین جرمنی کے مشہور و معروف اخبار کولون گزٹ (Cologne gazette) کی بنیاد رکھی گئی جسکی نسبت پرنس بسمارک کا قول تھا کہ "یہ رہائین (Rhine) کی سرحد پر ایک زبردست فوج کے برابر ہے" درحقیقت یہ جرمنی کا نیم سرکاری اخبار ہے، سیاست خارجہ پر اسمین اکثر

نہایت معرکۃ الآرا مضامین شایع ہوتے ہین اور جرمنی کے دفتر خارجیہ کو اس سے خاص تعلق ہے،

اسکے بعد برلینر تاجبلاٹ نیشنل زئیتنگ، نارتھ جرمن گزٹ اور دوسرے بہت سے اخبارات عالم وجود

مین آے، جنھون نے جرمن قوم مین عجیب وغریب علمی، سیاسی اور تاجرانہ الوالعزمی اور سرگرمی پیدا کردی،

یہانتک کہ انیسوین صدی کے خاتمہ پر جرمن قوم تمام ترقی یافتہ اقوام مین سب سے پیش پیش نظر آنے لگی،

بیسوین صدی کا آغاز ہوا تو جرمن صحافت نے اپنی حیرت انگیز دور اندیشی سے اندازہ کرلیا کہ اسکی

قوم کو عنقریب ایک عظیم الشان جنگ وجدل سے دوچار ہونا پڑیگا، اُس نے اپنی قوم اور حکومت کو

متنبہ کیا کہ زار روس کی حمایت مین سلافی قوم اسٹریا کے پنجۂ اقتدار سے آزاد ہونا چاہتی ہے، اگر درحقیقت

اُنکا یہ مقصد پورا ہوگیا اور اسٹریا ہنگری کے حصے بخرے لگ گئے تو پھر یورپ مین جرمنی کا کوئی معاون

و مددگار باقی نہین رہیگا، دوسری طرف اُس نے روز افزون بحری تجارت کی بنا پر اپنی حکومت کو بحری

جنگی استحکامات پر اُبھارا اور سمندر کو برطانیہ عظمی کے تسلط سے آزاد کرانے کا مشورہ دیا، چنانچہ اس زمانہ سے

جرمنی مین ایک خاص جنگی سرگرمی پیدا ہوگئی، خصوصاً بحری قوت مین اسقدر اضافہ کیا گیا کہ دولت

برطانیہ اُسکو خوف اور رشک کی نگاہ سے دیکھنے لگی،

جنگ ٹرانسوال کے موقع پر جرمنی کے تمام اخبارات بوئرون کی ہمدردی و مدح سرائی سے

لبریز تھے، اور اسطرح اُنھون نے اسیوقت علانیہ دولت برطانیہ عظمی سے اپنی مخالفت کا اظہار کردیا تھا،

اس مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اب جرمنی کا قوی ہیکل عقاب یورپ کے قفس سے آزاد ہوکر

مشرقی ممالک کی طرف بھی اپنا پنجۂ اقتدار بڑھانا چاہتا ہے، لیکن جب تک انگریزون کی زبردست

بحری طاقت تمام دنیا کے سمندرون پر حاوی ہے، الوالعزم جرمنی کی آرزو بر نہین آسکتی تھی بنا بریں

گذشتہ پندرہ سولہ برس سے جرمن صحافت کی متفقہ پالیسی یہ تھی کہ وہ اپنی قوم اور حکومت کو ایک

عظیم الشان جد وجہد کے لئے تیار کردے، اور اپنی قوت وعظمت کے مطابق دنیا کی تقسیم مین حصہ بٹائے

چنانچہ ۱۹۱۴ء سے ایک نہایت ہی عالمگیر جنگ کی صورت مین عملاً اس جد وجہد کا سلسلہ جاری ہے

اور ابھی کچھ نہین کہا جاسکتا کہ اسکا انجام کیا ہوگا،

گذشتہ پندرہ سولہ برس سے جرمنی مین اخبار بینی کا مذاق بھی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ

ترقی کرگیا ہے، اور اب شاید یہ کہنا مبالغہ نہو گا کہ جرمن قوم اخبار بینی مین اپنے حریف اقوام سے

آگے نکل گئی ہے، اُنیسوین صدی کے خاتمہ پر انگلستان، فرانس اور جرمنی کے تمام موقت الشیوع

مطبوعات مین جو اعدادی توازن تھا وہ درج ذیل ہے، اس سے جرمن صحافت کی غیر معمولی ترقی کا

اندازہ ہوگا،

انگلستان	۲۹۰۲	تمام موقت الشیوع مطبوعات
فرانس	۲۴۰۰	"
جرمنی	۳۲۷۸	"

جرمنی مین روزانہ اخبارات بھی بکثرت شایع ہوتے ہین، آغاز جنگ سے پیشتر برلن سے

(۵۴)، لیپزیگ سے (۸)، میونک سے (۱۲)، ہمبرگ سے (۱۱) اور اسٹگارٹ سے (۶) روزانہ

اخبارات شایع ہوتے تھے،

باقی

باب التقریظ والانتقاد

صرف اردو

یعنی

اردو علم الصرف پر پہلی کتاب

از مولوی محمد سعید انصاری رفیق دار المصنفین

زبان اُردو کے نشو ونما کی داستان اگرچہ مغلون اور ایک قول کے اعتبار سے پٹھانون سے شروع ہوتی ہے، تاہم انگریزون کے دور حکومت مین اُسکو شاہی سرپرستی حاصل ہونے کا فخر ۱۸۰۰ء مین حاصل ہوا، یعنی کلکتہ کے فورٹ ولیم مین ایک اُردو کالج کی بنیاد پڑی جسکے ناظم جان گلگرسٹ تھے یہ لارڈ منٹو کی حکومت کا زمانہ تھا، جو سلطنت ہند کے مشہور وائسرا اے اور علوم و فنون کے بہت بڑے مربی گذرے ہین، ڈاکٹر صاحب نے ایک مجلس ترتیب دیکر تصنیف و تالیف کی ابتدا کی اِس ضمن مین انھون نے اُردو زبان کے قواعد پر بھی توجہ فرمائی، اور اُسپر خود ایک کتاب لکھی اُنکے بعد سید انشا وغیرہ نے بھی قواعد اُردو پر چند کتابین اور رسالے تحریر کیے، لیکن اردو قواعد کے نظم کرنے کا فخر جس شخص کو حاصل ہوا وہ شیدا ہے،

شیدا نے ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء مین صرف اُردو کے نام سے ایک کتاب لکھی جسمین نہایت موزون پیرایہ مین اردو علم الصرف کو نظم کر دیا، چنانچہ کہتا ہے،

یہ رسالہ ہو فضل حق سے تمام
صرف اردو رکھا مین اسکا نام

سن تھے بارہ سے بست و یک ای یار
کہ یہ کان گہر ہوئی تیار

کتاب کے ابتدا مین دستور قدیم کے مطابق بادشاہ وقت یعنی انگریزون کی تعریف

کی ہے، اور لارڈ منٹو کو بہت سراہا ہے،

سیما لارڈ صاحب والا
مظہر انتصاف عدل و سخا

یعنی ہے لارڈ منٹو والا جاہ
فیض چین جسکے ہین یہ مہر و ماہ

انکے زمانہ کے طرز حکومت کی تعریف کر کے علمی ترقیون کا ذکر کرتے ہین،

ابخصوص اس دیار مین ہر جا
اس سے پھیلا ہے علم کا چرچا

کالج کی زمام نظامت اس زمانہ مین ڈاکٹر ہنٹر کے ہاتھ مین تھی، چنانچہ انکی بہت تعریف کی ہے، ایک شعر یہ ہے،

گر وہ ناظم نہوتا کالج کا
نہ کبھی ہوتا بندوبست ایسا

کتاب کی تالیف کا سبب بھی بیان کیا ہے اور تمہید نہایت فلسفیانہ لکھی ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو عام حیوانات پر جو فضیلت ہے، وہ محض نطق و گویائی کی وجہ سے ہے اسی طرح اسکی آواز کو دوسرے حیوانون کی آواز پر جو شرف ہے، وہ محض چند اصول و قواعد کا کرشمہ ہے یہ نہون تو انسان کی آواز، بادل کی گرج، شیر کی ڈکار اور ہاتھی کی چنگھاڑ مین کوئی فرق نہین، اسی بنا پر ہر زبان کو انسانون نے چند قواعد پر مبنی کیا ہے، جنکی تعبیر صرف اور نحو کے الفاظ سے کیجاتی ہے، لیکن ان دونون مین صرف مقدم ہے، اور اسکے متعلق اردو مین ذخیرہ بھی موجود ہے،

جب تھی صرف اسمین اکثر ثابت
نحو سے اسکی مین ہوا ساکت

اسلئے دوستون نے قواعد صرف کو نظم کرنیکی درخواست کی اور مین نے اسکو قبول کر لیا،

شیدا کا طرز بیان نہایت صاف اور سادہ ہے، اور زبان بھی اس زمانہ کے لحاظ سے بہت اچھی ہے، جس مسئلہ کو بیان کرتا ہے، نہایت خوبی سے بیان کرتا ہے، ہماری درسی

کتابون مین مثالون کی عموماً قلت ہوتی ہے، چنانچہ بعض مسائل کی صدہا برس بحث و مباحثہ کے بعد بھی ایک سے زیادہ نہ مل سکی، شیدا کا یہ خاص وصف ہے کہ وہ ایک چیز کی بہت سی مثالین پیش کرتا ہے، ملاحظہ ہو،

ہندی و فارسی سے بھی مل کر — پیدا ہوتی صفت ہی اے دلبر
بلکہ عربی و فارسی سے بھی — مل کے دو لفظ ہی صفت ہوتی
"جیسے خوش ڈول" یا کہ ہی "بد ڈول" — یا ہی "خوش خلق" یا کہ ہے "بد قول"
خواہ مرکب صفت ہو یا مفرد — نیک یا بد ہے ہوئے ہر واحد
اسلئے سب کے ہو چکے مذکور — سوچ لینا اگر ہے تجھکو شعور

کتاب مین بہت سے عنوان قائم کئے ہین مثلاً اسم کی تعریف، اسماء متصرفہ، اسم مذکر، مونث، لا حقیقی، تذکیر و تانیث وغیرہ کو جدا جدا بیان کیا ہے، فعل کی تذکیر و تانیث کے بیان مین لکھتے ہین،

فعل ماضی سے جو کرے تحدید — خواہ مطلق ہو یا قریب و بعید
گفتگو مین جو بولین اہل عقول — کرتے ہین وے رعایت مفعول
یعنے مفعول گر مذکر ہو — فعل تذکیر لاتے ہین تب وُو
"جیسے کھانا ہی مین نے کھایا ابھی" — پھر نہین احتیاج کھانے کی
اور جو مفعول اُنکا ہو اُنثےٰ — فعل ہی تب مونث اے دانا
جیسے "مین نے جو بات تجھکو کہی" — برخلاف اسکے تو نہ کر بھائی
فرق اسمین نہین ہی اے بینا — ہوے فاعل ذکور یا اُنثےٰ
پر جو مفعول کی علامت کو — کرے مذکور تو سخن مین، تو

فعل تذکیر تب ہے لانا ضرور — ہوے فاعل اناث یا ہو ذکور
"جیسے کھایا ہی مین نے روٹی کو" — در سخن کا اسی طرح کھو لو
پر ہین دو فعل اس سے مستثنےٰ، — ہے مثال اُنکی بولنا لانا
پھر جو تفصیل سبکی ہے چاہے — فعل کی بحث بیچ تو پاوے

مذکورہ بالا اشعار سے معلوم ہوا ہوگا کہ شیدا نے اپنے مقصد مین کسدرجہ کامیابی حاصل کی ہے، اور قواعد جیسی مشکل چیز کو نظم کرنے مین کس طرح مشکلات پر غالب آئے ہین،

آخر مین شمس العلماء آزاد مرحوم کی اُس تحقیق کی مسامحت کا ذکر کرنا چاہیئے جو اُنھون نے اردو قواعد کی تاریخ لکھتے ہوے ظاہر کی ہے:

" اس نقارہ فخر کی آواز کو کوئی دبا نہین سکتا کہ میر انشا اللہ خان پہلے شخص ہین جنھون نے ۱۲۲۲ھ مین قواعد اردو لکھکر ایجاد کی ٹہنی مین ظرافت کے پھول کھلائے،" (آبحیات)

شیدا کا سال ۱۲۲۱ھ تمہاری نظر سے گذر چکا ہے، اس سے ظاہر ہوگا کہ اسکی طوطی نوائی نے سید انشاء کے نقارہ فخر کو دبا دیا کہ اسکا نور نظر سید زادہ سے سن مین ایک برس بڑا ہے، ایجاد کی ٹہنی مین ظرافت کے پھول گو انشا ہی نے پہلے کھلائے ہین، لیکن ایجاد کی سرزمین مین لیاقت اور سنجیدگی کے پودے شیدا ہی نے پہلے لگائے،

ادبیات

سالک مرحوم تلمیذ غالب کے کلام سے لوگ بہت کم واقف ہین، سالک مرحوم نے اپنی زندگی ہی مین اپنے کلیات کی ۵۰۰ جلدین طبع کرائی تہین، اور دوستون کو مفت نذر کی تہین، انکا خیال تھا کہ اپنے کلام کو طبع کرا کر ذریعۂ معاش بنانا اُسکی بے عزتی ہے، ہمارے دوست جناب ابو الاعلیٰ صاحب دہلوی نے اُنکی چند غزلین بھیجی ہین، کلام کا نمونہ یہ ہے،

برق بنکر ترے مہجور جیا کرتے ہین
تپشِ دل کے تڑپنے سے دوا کرتے ہین

کاروانانِ قضا دیکھیے کیا کرتے ہین
روز ہم روز جزا روز جزا کرتے ہین

شکر کیجے مگر افسردہ سے ہو کر کیجے
تا وہ صورت ہی سے جانے کہ گلا کرتے ہین

شرم کی بات ہے دشمن سے مدد کی خواہش
کیون نظر جانبِ افلاک کیا کرتے ہین

یاس ہی وصل بتان سے کہ چلے ہم کعبہ
چارہ کچھ بن نہین آتا تو دعا کرتے ہین

دیکھکر مجھکو جو غصہ سے اُٹھے وہ سر بزم
سب نے جانا مری تعظیم سوا کرتے ہین

یار کا وصل تو کیا گر ہو قسمت یہ ہی
سہل سے کام بھی دشوار ہوا کرتے ہین

کٹ گئی عمر یونہین حضرت ناصح افسوس
ہم سنا کرتے ہین اور آپ کہا کرتے ہین

یان وہ آزار پسندی ہے کہ اس قسمت پر
چرخ سے ہم گلۂ بخت رسا کرتے ہین

غور سے دیکھ کہ معدوم ہین ہستی کے نقوش
پردہ دلکش ہین کہ ہم آنکھون مین رہا کرتے ہین

کیا ملے مبدء فیاض سے دیکھین ہمکو
آج اندازۂ تسلیم و رضا کرتے ہین

جسکو تقدیر نے دی روشنئ تیرہ بختت
شمع کو وقفِ رہ بادِ صبا کرتے ہین

نور ظلمت کی ہے کیا اہل بصیرت کو تمیز
سایۂ طور مین بیہوش رہا کرتے ہین

نہ ہر حرف لکھا کرتے ہین سود فتر شوق
دار پر چڑھ کے جو اظہار خطا کرتے ہین

دل مین ہم رکھتے ہین عشق نبوی کو سالک
دیکھ کعبہ مین مدینہ کی بنا کرتے ہین

کلام محشر

بہ تقلید میر اثر دہلوی

دل پہ تیرے جو کارگر نہ ہوئی
آہ شرمندۂ اثر نہ ہوئی

دل کھنچے جارہے ہین لاکھون کے
یہ تو جادو ہوا نظر نہ ہوئی

کب تم آے کہ دردِ دل نہ تھا
کب تم اٹھے کہ چشم تر نہ ہوئی

دل اگر درد آشنا ہوتا
درد ہی درد کی دوا ہوتا

حسرتون کا جو خون کرنا تھا
دلِ بے مدعا دیا ہوتا

ضبط فریاد جب قیامت ہے
لب تک آتی اگر تو کیا ہوتا

لطف اور اسقدر، رقیبون پر
کاش تو دیر آشنا ہوتا

کیون شبِ غم سے ڈر گئے محشر
مر ہی جاتے نہ، اور کیا ہوتا

نالۂ بے اثر نہ آ لب تک
کیون مجھے شرمسار کرتا ہے

کرکے تاکید صبر تو مجھکو
اور بے اختیار کرتا ہے

دے رہا ہے فریب محشر کو:
وہ ترا اعتبار کرتا ہے

ہر طرف اک ہجوم حسرت ہے	نا امیدی یہ کیا قیامت ہے
ہم سے ہوش وحواس کی باتین!	کسکو دیوانگی سے فرصت ہے
شام کی دہوپ یا کہ خوابِ سحر	زندگی کی یہی حقیقت ہے
رویگا ایک دن اسے نادان	فرصتِ رنج بھی غنیمت ہے
تو خفا ہو گیا تو کیا غم ہے	جذبۂ دل اگر سلامت ہے
دل کبھی سا نہ تھا مسرت کا	لیکن ابتو مزارِ حسرت ہے

وقف بیداد ہو گئے ہوتے	اور برباد ہو گیے ہوتے
کاش اغیار کے فسانۂ شوق	میری فریاد ہو گئے ہوتے
کاش بھولے ہوے ستم محشر	پھر اُسے یاد ہو گئے ہوتے

مولانا وحشی ندوی شاہجہانپوری

جگر کو دیکھئے کب تک میسّر ہو جگر ہونا	کہ اسکو خون ہونا ہے ابھی پھر اشک تر ہونا
کبھی اسکی نگاہِ شرمگین اُٹھتے نہین دیکھی	سکھایا کس نے یارب آسمان کو فتنہ گر ہونا
کہا سب سے مرا افسانہ چاکِ جیبِ دامان نے	ستم ہے پردہ پوشون کا الٓہی پردہ در ہونا
سنبھلکر عشق سے اک دارفتہ پھر محوِ تماشا ہے	ذرا اے حسن پھر رونق فزاے بام و در ہونا
نسیم عنبر افشان اسطرف زحمت نہ فرمائے	کہ اک افسردہ کا اچھا نہین افسردہ تر ہونا
اُدہر شوق آفرینی اُس نگاہِ نازپرور کی	اِدہر انجام سے اک سادہ دل کا بیخبر ہونا
مجھے ای عندلیب نوحہ گر تو دیکھتی کیا ہے	بڑی مدت مین سیکھا ہے فغان نے کارگر ہونا
اگر اس پردۂ قدرت مین کوئی سننے والا ہے	تو وحشی اک قیامت ہے دعا کا بے اثر ہونا

مطبوعاتِ جدیدہ

سلسلۂ انجمن ترقی اُردو

البیرونی، اسلام کا حکیم اعظم ابوریحان محمد بن احمد بیرونی المتوفی ۴۴۰ھ جسکی جامعیت کی نظیر نصرف اسلام مین بلکہ دنیا مین مشکل ہے، ان بدقسمت مصنفین مین سے ہے، جنکے آوازۂ فضل وکمال سے گو دنیا پرشور ہے لیکن اُنکے حالات وسوانح پر گمنامی کا پردہ پڑا ہے، یہانتک کہ حقیقی طور سے ہم اُس سرزمین کا نام بھی نہین بتا سکتے جسکو اس سپوت فرزند کے پیدا کرنیکا شرف حاصل ہوا ہی، عربی زبان مین حکمار کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین ان مین اسکے حالات بہت مختصر ہین، اُسکی کثیر تصنیفات مین سے دو کتابون کا یعنی کتاب الہند اور آثار الباقیہ کا انگریزی مین ترجمہ ہو چکا ہے اُسکی وسعت معلومات نے یورپ کو متحیر کردیا، پروفیسر سخاؤ نے جو ان کتابون کے مترجم ہین، نہایت محنت، اور تلاش سے اُسکے حالات کسیقدر بہم پہنچاے ہین، اُسکی تصنیفات کی فہرست بنائی ہے اور ہر ایک کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکا ہے اُسکی تفصیل کی ہے،

ظلم تہا اگر اردو زبان مین اس باکمال کی کوئی سوانح عمری نہ لکھی جاتی، جناب سید حسن صاحب بی-اے برنی نے نہایت کوشش اور جانفشانی سے البیرونی کے نام سے ۱۸۰ صفحہ مین بیرونی کے حالات اور اسکی تصنیفات ورسائل کے احوال اور فہرستہاے مضامین کو ترتیب دیا ہے، معلومات کا ماخذ زیادہ تر سخاؤ کی تحریرین ہین، ذاتی تحقیق واجتہاد کا بھی ایک حصہ شامل ہے، سوانح نگار کو ہم اسکی کامیاب تالیف پر مبارکباد دیتے ہین اور گو ہمکو انکے بعض نتائج بحث کی تسلیم مین تامل ہے تاہم انکی کوششون کو حوصلہ افزائی کا مستحق سمجھتے ہین، وہ مصنف جسکی نسبت اسلامی تاریخون مین چند صفحے بھی ملنے مشکل تھے، ۱۸۰ صفحات کا سرمایہ اسکے متعلق ہماری زبان مین پیدا ہو جانا کوئی معمولی بات نہین ہی، لکھائی چھپائی متوسط، قیمت عہ۔

اُسوقت تک و... ان مسلمان نوجوانون مین سے جو نہانخانۂ قدرت سے اپنی قابلیت اور قومی توقعات کے
دوہی ... سے اپنی عمر کا حصہ کم لائے تھے، مرحوم منشی احمد علی صاحب بی-اے کاکوروی بھی تھے،
مرحوم نے تاریخ تمدن کے نام سے بکل کی ہسٹری آف سویلزیشن اُردو مین ترجمہ شروع کیا تھا،
ترجمہ کی پہلی ہی جلد وہ تمام کر سکے تھے کہ انکی عمر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، ترجمہ کے علاوہ اصل کتاب پر اُنھون نے
ایک قابلانہ مقدمہ اور بہت سے مفید حواشی اضافہ کئے تھے، گو مطالب اردو مین صاف ادا نہین
ہوئے ہین، تاہم ہماری زبان مین اس فن کی یہ پہلی کتاب ہے، اور معلومات کا غیر معمولی ذخیرہ اپنے اندر رکھتی ہی،
آغاز کتاب مین استاد مرحوم کے قلم سے ۹ صفحہ کا دیباچہ بھی شامل ہی جسمین اُنھون نے اس فن کے
مصر کے ایک عربی ترجمہ پر اس کتاب کے اردو ترجمہ کو علانیہ فوقیت دی ہے، قیمت عہ،

طبقات الارض، مولوی مرزا مہدی خان کوکب نے اردو زبان مین علم طبقات الارض پر ۲
صفحہ کی ایک عالمانہ کتاب لکھی ہے، کتاب تین حصون پر منقسم ہے، حصہ اول مین اعمال جاریہ
طبقات الارض، حصہ دوم مین قشر ارضی مین جو حقائق مشاہدہ ہوتے ہین، اور حصہ سوم مین قشر ارضی
کی تاریخ تکوین کی تشریح کیگئی ہے، خاتمہ مین اس علم کے انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ اور فرہنگ ہے
ہم اپنی زبان کی تنگ دامانی پر نظر کرتے ہوے اس کتاب کے وجود کو مغتنم جانتے ہین، قیمت عہ

مشاہیر یونان و روما، حکیم پلوٹارک یونانی کی پیرلل لائوز کا جناب سید ہاشمی صاحب فریدابادی نے
اردو مین ترجمہ کیا ہی، ابھی صرف جلد اول شائع ہوئی ہی جو ۴۸۴ صفحون پر ختم ہوئی ہی، اسمین یونان و روم کے
اُن زندہ مشاہیر کا تذکرہ ہی جنکے کارنامون کے آبحیات نے دنیا کی ان عظیم الشان قومون کو حیات سرمدی بخشا
اس قسم کی کتابون کا مطالعہ ایک جدوجہد کرنیوالی قوم کیلیے نہایت ضروری ہی، ترجمہ کی نسبت اسقدر کہنا کافی ہے کہ
ہمکو اپنے مترجم دوست سے اس سے بہتر کی توقع تھی، بہرحال یہ انکی علمی کوشش کا پہلا ثمرہ ہے، قیمت عہ،

یہ چارون کتابین دفتر الناظر چوک لکھنؤ سے ملینگی،

...سالہا سال
...کوشش میں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

یورپ کے حکماے تاریخ کہتے ہین کہ مسلمانون کی ترقی و تنزل دونون کا ایک ہی سبب ہے،
یعنی غیر قومون کے ساتھ نسبی اور اجتماعی میل جول، ہم بھی کہتے ہین کہ مسلمانون کی ترقی اور تنزل
دونون کا ایک ہی سبب ہے، اور وہ انکا فوری اور وقتی جوش! وہ سیلاب کے مانند پہاڑ کو
اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہین، لیکن کوہکن کی طرح ایک ایک پتھر جدا کر کے راستہ صاف نہین کر سکتے
وہ بجلی کی مثل ایک آن مین خرمن کو جلا کر خاک سیاہ کر سکتے ہین، لیکن چیونٹی کی طرح ایک ایک
دانہ نہین ڈھو سکتے، وہ ایک مسجد کی مدافعت مین اپنا خون پانی کی طرح بہا سکتے ہین، لیکن ایک
منہدم مسجد کو دوبارہ بنانیکے لئے مسلسل کوشش جاری نہین رکھ سکتے، یہ اُنسے ممکن تھا کہ
محمد علی اور ابو الکلام کے دائین بائین گر کر جان دیدیتے، لیکن یہ اُنکے بس کی بات نہین کہ
وہ مسلسل آئینی جدوجہد سے اُن اسیران اسلام کو چھڑا لائین،

مایۂ طینتِ آدم زخمیرِ دگرست
تو توقع زگلِ کوزہ گران میداری

مسز اینی بسنت چھوٹ سکتی تھین کہ انکی آزادی کے لئے وہ قوم بیتاب تھی جو اپنی مسلسل
اور پائدار کوششون سے برطانیہ کے پر عظمت اور زخار سمندر کے کنارہ کو ہلا سکتی ہے، اور